www.kitabmart.in

مقالات خطیب اعظم

۴

بانی تنظیم خطیب اعظم
مولانا سید غلام عسکری طاب ثراہ

ناشر
تنظیم المکاتب، گولہ گنج لکھنؤ

www.kitabmart.in

سلسلہ آثار خطیب اعظم مولانا سید غلام عسکریؒ

مقالات خطیب اعظم

حصہ چہارم

مولانا سید غلام عسکری طاب ثراہ

ناشر

تنظیم المکاتب گولہ گنج لکھنؤ

www.kitabmart.in

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	مقالات خطیب اعظمؒ حصہ چہارم
مصنف	مولانا سید غلام عسکری طاب ثراہ
کتابت	جعفر مرزا
پہلا ایڈیشن	جنوری ۲۰۰۴ء
دوسرا ایڈیشن	جنوری ۲۰۱۰ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	تنظیم المکاتب گولہ گنج لکھنؤ
قیمت	

www.kitabmart.in

عرض تنظیم

بانیٔ تنظیم خطیب اعظم مولانا سید غلام عسکری اعلی اللہ مقامہ ان باعظمت افراد میں تھے جنھوں نے حکم خدا "اپنے کو اور اپنوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ" کو عملی جامہ پہنانے کو اپنا ہدف بنالیا تھا۔ اگلی نسل کی تربیت و تعلیم ان کا مقصد حیات تھا۔ یہ کام انھوں نے اپنے پورے وجود سے کیا اور زبان و قلم کی ساری طاقت اس کے لئے صرف کی۔ ان کا کمال یہ تھا کہ جہاں وہ منبر سے پیغام حق پہنچانے کے ماہر تھے وہیں قلم کے ذریعہ مزاج دینداری پیدا کرتے رہے۔ ان کے مضامین جہاں ایک طرف دین اور ایمان کا پیغام پہنچانے میں بے نظیر ہیں وہیں دوسری طرف مذہبی اردو ادب کا شاہکار بھی ہیں۔ ان مضامین میں نہ بناوٹ ہے نہ تصنع نہ ادبی زور آزمائی اور نہ آورد بلکہ شگفتگی ہی شگفتگی ہے۔ بانیٔ تنظیم کی وفات کے بعد ان کے چند مقالات کو جمع کر کے ادارہ سے مقالات خطیب اعظم کے نام سے طبع کیا گیا تھا۔ رفیق بانیٔ تنظیم رئیس الواعظین مولانا سید کرار حسین صاحب مرحوم طاب ثراہ سابق سکریٹری ادارہ نے ان مقالات کے مقدمہ میں لکھا تھا کہ

"یہ وہی مقالات ہیں جنھوں نے مذہبی تاریخ کا رخ موڑا ہے دل و دماغ میں دینی انقلاب پیدا کیا ہے۔ غیر ذمہ دارانہ تحریروں اور بے سواد و بے مغز تقریروں کے بگاڑے ہوئے اور بے راہ روی کا شکار ہونے والے افراد کو اسلامی فکر عطا کی ہے۔

انداز تحریر کی سادگی، برجستگی، روزمرہ کا استعمال، سلاست اور روانی ان مقالات کا طرۂ امتیاز ہے۔ یہ مقالات ایسی سبیلیں ہیں جن سے دل و دماغ سیراب ہوتے ہیں۔ ہلکے پھلکے الفاظ کے دامن میں مختلف علوم کے دقیق معانی و مطالب کی ایک دنیا آباد ہے۔ ان تحریروں نے جہاں کم پڑھے لکھے سیدھے سادے عوام کو علم و عمل کی روشنی عطا کی ہے وہیں اعلی تعلیم یافتہ افراد دانشور، ادیب، شاعر اور جدید ذہن رکھنے والے لوگوں کی سوچ کا رخ بدلا ہے۔"

مقالات کی افادیت اور مذہبی ادب کی کمی پورا کرنے کے لئے خطیب اعظمؒ جو یقیناً ادیب اعظم بھی تھے کے وہ مقالات جو تنظیم المکاتب کے علاوہ دیگر جرائد میں شائع ہوئے ہیں۔ جمع کر کے شائع کئے جا رہے ہیں تاکہ جدید نسل تک بھی یہ پیغام پہنچ سکے۔ اور جدید نسل کے صاحبان قلم کو مذہبی ادب کا نمونہ بھی مل سکے۔ ان مقالات کو اس طرح مرتب کیا گیا ہے کہ سلسلۂ تعلیم بالغان میں اردو ادب کے طور پر انھیں پڑھایا جا سکے۔ امید ہے کہ رسم و رواج سے بیزار اسلام محمدی کے شیدائی اہل ایمان ان مقالات سے استفادہ کریں گے۔ والسلام

سید صفی حیدر

سکریٹری تنظیم المکاتب ۱۷؍ جنوری ۲۰۰۶ء

www.kitabmart.in

مقالات خطیب اعظم

حصّہ چہارم

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
۵	میرے استاد نہ تھے مگر.....	(۱)
۱۰	مسلمان بننا ہے تو فکری انقلاب لائیے	(۲)
۱۵	اگر اسلام مکمل مذہب ہے	(۳)
۲۰	کہیں ہم ایمان نہ کھو بیٹھیں	(۴)
۲۷	مل جل کر دینی ذہنی انقلاب لائیں	(۵)
۳۲	غصّہ سے ساؤ دھان	(۶)
۳۸	ہماری ذمہ داریاں	(۷)
۴۲	صرف اچھی بات نہیں بلکہ سچی بات	(۸)
۴۵	شادی کس سے کی جائے	(۹)
۵۱	خدیجہؑ	(۱۰)
۶۶	روزہ کا ایک راز	(۱۱)
۶۹	جشن ولادت حسن مجتبیٰؑ	(۱۲)
۷۵	ہم اور آرزوئے حسینؑ	(۱۳)
۸۲	علم و تعزیہ شعائر الٰہی اور قابل تعظیم	(۱۴)
۸۷	زمانہ بر سر جنگ است	(۱۵)
۹۷	رویت ہلال کا ایک علمی اور قومی جائزہ	(۱۶)
۱۰۵	بے لکھی تحریر کی روداد غم	(۱۷)
۱۲۳	مقدمہ تنویر الشہادتین	(۱۸)
۱۵۰	دُکھی دُنیا	(۱۹)

www.kitabmart.in

میرے استاد نہ تھے مگر.....

مدرستہ الواعظین کی تین سالہ تعلیمی زندگی میں ایک صاحب جب اسلام قبول کرنے آئے - استاد مرحوم جناب علامہ عدیل اختر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ اس وقت سربراہ تعلیم تھے - قبولیت اسلام کے مراحل سے فارغ ہونے کے بعد ہم طلاب ان صاحب کے گرد تفتیش احوال کیلئے جمع ہوگئے - میں نے ان سے سوال کیا - کہ وہ کون سی بات تھی جس نے سب سے پہلے آپ کو آبائی مذہب ترک کرنے اور اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا - انہوں نے بیان کیا کہ ہم جن کو خدا کا اوتار مانتے تھے جب ہم نے ان کے حالات میں یہ پڑھا کہ انھوں نے پھول توڑتے ہوئے اس عورت کو دیکھا جو بعد میں ان کی بیوی بنی اور دیکھتے ہی دل میں محبت پیدا ہوگئی - تو میرے دل میں کھٹک پیدا ہوئی کہ جو ابھی بیوی نہیں ہے وہ نامحرم ہے - اس کو نہیں دیکھنا چاہیئے - اگر نظر پڑ جائے تو نگاہ ہٹا لینا چاہیئے - یہ ہمارا کردار ہونا چاہیئے - تو پھر جو خدا کا نمائندہ اور اوتار ہے اس کا کردار تو بہت بلند ہونا چاہیئے - یہی وہ پہلا تاثر تھا - جس نے مجھے از سر نو مذہب کے بارے میں غور کرنے پر متوجہ کیا - اور غور کا سلسلہ آج اس منزل پر پہنچا جو آپ کے سامنے ہے میں نے پھر سوال کیا کہ آپ نے اپنی تاریخ کے اس واقعہ کو بہت مرتبہ پڑھا ہوگا - پہلے کیوں نہیں متوجہ

www.kitabmart.in

ہوئے۔ بعد میں کیوں متوجہ ہو گئے۔

میرے سوال پر انھوں نے وضاحت کی کہ میری نشست و برخواست ایک شیعہ جج کے پاس رہتی تھی۔ میں بھی کچہری میں نوکر ہوں۔ جج صاحب اپنے معصوم اماموں اور نبیوں کے واقعات بیان کیا کرتے تھے۔ ان معصوم کرداروں کو سنتے سنتے میری یہ حس بیدار ہو گئی کہ خدا کے نمائندہ سے کوئی غلط کام نہیں ہو سکتا۔ اس حس کے بیدار ہونے کے بعد جب اسی واقعہ کو پڑھا اور سنا جسے بار بار پڑھا اور سنا تھا تو وہ نیا تاثر پیدا ہوا جو تبدیلی مذہب پر آکر ختم ہوا۔

آج اس واقعہ کو گذرے کم از کم ۳۱ سال ضرور ہو چکے ہیں۔ کیونکہ میرا زمانہ تعلیم ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۱ء تک تھا اور آج ۱۹۸۳ء ہے لہذا آپ مجھ سے یہ سوال کر سکتے ہیں کہ تم کو آج یہ واقعہ کیوں یاد آیا جو ہم کو سنا رہے ہو۔ تو عرض ہے کہ مدرسۃ الواعظین کا ۳ سالہ تعلیمی زمانہ ہی وہ عہد ہے جس نے مجھ کو سب کچھ دیا۔ اور مجھے سب کچھ دینے والے میرے استاد مرحوم تھے۔ علامہ عدیل اختر سے پہلے مجھے کم از کم دو درجن اساتذہ کے سامنے زانوے ادب تہہ کرنے کا موقع ملا۔ اور میں اپنے مقدر پر نازاں ہوں کہ میرا ہر استاد مجھ سے ہمیشہ خوش رہا۔ جو چند اساتذہ زندہ ہیں خدا ان کو سلامت رکھے وہ آج بھی میرے لئے دعا گو ہیں اور ان کی دعائیں ہی میری کشتی حیات کا بادبان ہیں۔ لیکن بغیر کسی مبالغہ کے مجھے اقرار ہے کہ علامہ عدیل اختر سے پہلے مجھے ایک کے بعد دوسرا بہتر استاد ملتا گیا۔ لیکن آپ کے بعد پھر کوئی آپ سے بہتر در کنار آپ کا جیسا بھی نہ مل سکا۔

www.kitabmart.in

استاد مرحوم کی تعلیم و تربیت نے ذہن ایسے سانچہ میں ڈھال دیا۔ جس کے بعد بڑی بڑی شخصیتیں انتہائی قربت حاصل ہونے کے باوجود مجھے متاثر نہ کر سکیں۔ جب کوئی میرے سامنے آتا تو میں اس کا موازنہ استاد مرحوم کے ہشاش بشاش تقوی سے کرتا۔ تو یا مجھے خشک تقوی ملتا۔ یا پلاسٹک کا تقوی دکھائی دیتا جس میں رنگ تو ہوتا مگر نہ زندگی ہوتی نہ نمو ہوتا۔ بلکہ صرف فریب نظر ہوتا۔ اور مجھے شدید مایوسی ہوتی اور جب کسی علمی ذہن کا مقابلہ استاد مرحوم کے دین و دانش سے کرتا تو کہیں مجھے دیمک خوردہ بوسیدہ کتاب دکھائی دیتی۔ کہیں بجھی شمع نظر آتی۔ کہیں صرف لباس کا فانوس نظر آتا۔ جس کا رنگ شاید اسی لئے سیاہ ہوتا کہ اس کے اندر کا خلا نظر کی گرفت میں نہ آئے۔ کہیں بے مہار فکر نظر آتی جو دین کے حدود کو پھلانگ جاتی۔ اور کہیں بے ترشے علمی پتھر ملتے جن کو اپنے بے ڈھنگے ہونے کا احساس بھی نہ ہوتا۔ کوئی صرف مسکرانے کو سوال کا جواب قرار دیتا۔ کوئی سوال کو توہین علمی قرار دیتا۔ لیکن اس دور میں بھی چند ایسی شخصیتیں ملیں جو میرے کٹھور ذہن کو بھی متاثر کرتی رہیں۔

استاد مرحوم کے ساتھی مولانا سید محمد عمید صاحب قبلہ مرحوم اعلی اللہ مقامہ جب تک زندہ رہے ان کی خدمت میں حاضر ہونا اور مسلسل سوال کرتے رہنا میری زندگی کے خوشگوار ترین لمحات ہوتے تھے۔ اور کبھی مولانا مرحوم نے کسی سوال کے جواب میں نہ سکوت اختیار فرمایا نہ مجھے غیر مطمئن حالت میں چھوڑا کیونکہ غیر مطمئن ہونے پر تو میں خود ہی پوچھنا چھوڑ دیا کرتا تھا۔ لیکن مولانا محمد عمید صاحب قبلہ کے پاس سے جب بھی اٹھا تو یا سوالات کی فہرست تمام ہو چکی ہوتی تھی یا وقت ختم ہو چکا ہوتا تھا۔

www.kitabmart.in

دوسری شخصیت جس کے کردار نے مجھے متاثر کیا وہ جناب مولانا سید محمد حسین صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ تھے۔ آج بھی خدا سلامت رکھے ان کے بڑے بھائی جناب مولانا سید محمد حسن صاحب قبلہ کربلائے معلیٰ میں تشریف رکھتے ہیں۔ لیکن مجھے مولانا حسن صاحب قبلہ سے قریب ہونے کا موقع نہ مل سکا۔ البتہ مولانا حسین صاحب قبلہ سے قریب رہا۔ لیکن میری قربت ذہنی اور روحانی اور کرداری تھی۔ روزانہ حاضری کی نہ تھی۔ آپ کی عمر نے وفا نہ کی۔ جلد ہم سے جدا ہو گئے۔ اور میرا ذہن سہارے کی تلاش میں سرگرداں نہ ہو سکا۔ کیونکہ مجھے سرکار ظفرالملۃ مل چکے تھے۔ ظفرالملۃ کو جتنا میں قریب سے دیکھتا گیا اتنا ہی۔ قریب ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ کچھ لوگ مجھ سے اسی لئے دور ہوتے گئے کہ میں کیوں لکھنؤ سے دور دراز مقام پر قیام کرنے والے اور ایک غیر مشہور خاندان میں پیدا ہونے والے اور ایک غیر معروف قریہ میں بسنے والے شخص سے اتنا قریب ہوں۔ مگر ان حضرات کی دوری میرے لئے مزید راحت کا سبب بنتی گئی

کیونکہ میری فکر کی ان کی فکر سے بنتی نہ تھی۔ سکون یک خیالی میں ہے یک عملی میں ہے۔ دو عملی بھی تباہ کن ہوتی ہے اور دو فکری بھی صرف پریشان خیالی میں اضافہ کرتی ہے۔ میں ظفرالملۃ سے قریب تھا۔ مگر اظہار خیال کی پوری آزادی کے ساتھ۔ اختلاف رائے کی بھرپور گنجائش کے ساتھ۔ کیونکہ یہی آزادی اور یہی گنجائش اس اتحاد رائے تک پہنچاتی ہے جس میں اختلاف رائے کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ہے۔ اور نہ عمل میں رائے کے خلاف کوئی آزادی باقی بچتی ہے۔ سفر میں ساتھ رہا۔ تنہائیوں

www.kitabmart.in

میں ساتھ رہا۔صعوبات میں ساتھ رہا۔قومی تلاطم میں ساتھ رہا۔صحت و مرض میں ساتھ رہا۔ مگر ظفر الملۃ کی زندگی میں 'شخصیت' کی پرچھائیں تک نہ دیکھی ۔ ہمہ وقت دین و دیندار کے لئے متفکر دیکھا اور پریشان حال افراد اور پریشان کن مسائل کے حل کے لئے پریشان دیکھا منہیات کو دیکھتے ہی پرجلال ہو جاتے تھے اور معروف کے سامنے آتے ہی پرجمال ہو جاتے تھے ۔

[redacted]

www.kitabmart.in

ہوتی ہے نہ کہ باطل سے یہ استعمال ایسا ہی ہے جیسے فرعون سے اپنا ایمان چھپانے والے جناب حزقیل کو ہم منافق کہنے لگیں جن کو قرآن "مرد مومن" کہتا ہے۔ پھر باغی اسے کہا جا سکتا ہے جو مان کر انکار کرے لیکن جو ہمیشہ انکار کرتا رہا ہو اس نے کب مانا تھا۔ جواب نہ ماننے کو بغاوت کہا جائے گا۔

امامؑ پر اعتراض ہے کہ جب واقعہ شہادت کی اطلاع رکھتے تھے تو کربلا کی طرف تشریف کیوں لے گئے اس سوال کی طرح یہ بھی پوچھا جا سکتا ہے کہ جب خدا جانتا تھا تو ابلیس کو کیوں پیدا کیا۔ معلوم ہوا علم باطن اور اسباب ظاہر کے نتیجے کو ایک دوسرے سے جوڑنا غلط ہے خدا نے ابلیس کو سرکشی کے لئے نہیں پیدا کیا اور نہ شیطان معصیت پر مجبور تھا چنانچہ جتنے دن وہ آسمان پر رہا عابد تھا۔ مطیع تھا، اللہ نے اس کو جو قوتیں دی تھیں ان کا مصرف وہ زندگی تھی جو اس نے سجدۂ جناب آدمؑ کے واقعہ سے قبل آسمان پر ملائکہ کے ساتھ بسر کی تھی اس کے بعد اس کا لعین ورجیم ہو جانا خود اس کے غلط طرز عمل کا نتیجہ تھا اسی طرح امامؑ نے تحفظ کی کسی کوشش کو مکمل کیے بغیر نہ چھوڑا۔ مدینہ میں خطرہ پا کر مکہ چلے گئے۔ مکہ میں جب خطرہ کا احساس ہوا کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کوفہ منقلب ہو گیا تو آپ دوسری جگہ جانا چاہتے تھے مگر لشکر یزید نے گھیرا ڈال دیا آپ گفتگوئے صلح فرماتے رہے۔ صلح کی گفتگو آپ نے نہیں ابن زیاد نے ختم کی، حملہ آپ نے نہیں پسر سعد کے لشکر نے کیا۔ امامؑ پر اعتراض تب ہو سکتا جب یہ بتایا جائے کہ اگر فلاں صورت اختیار کرتے تو محفوظ رہتے اور آپ نے اس صورت کو اختیار نہ کیا ہو۔ رہا بیعت کر کے زندہ رہنا تو کوئی مسلمان اس زندگی پر آج راضی نہیں تو حسینؑ کل کیونکر راضی ہو جاتے۔ اسباب ظاہر کے اعتبار سے

www.kitabmart.in

آپ جنگ کے دن بھی آخر تک کوشش فرماتے رہے کہ آپ کے خون سے مسلمان ہاتھ نہ رنگیں۔ آپ کی تقریروں کا اثر نہ ہوا۔ یہ اثر نہ لینے والوں کا فعل تھا۔ یہ خیال کہ ان حالات میں اثر پیدا ہونے کی امید کرنا خلاف عقل تھا سو اسے حُرؑ اور ان کے بیٹے بھائی غلام نے حسینؑ کے قدموں میں آکر اور جان دے کر غلط ثابت کر دیا۔ اس مسئلہ میں اپنے اپنے نقطۂ نظر کا فرق ہے کسی کو اعتراض ہے کہ جانتے تھے تو گئے کیوں؟ اور ہم اسی بات پر ان کو مانتے ہیں کہ جانتے ہوئے موت کی طرف کس اطمینان سے گئے۔ معترض ان کو ماننا چاہتا ہے جو موت کو دیکھ کر بھاگیں اپنے کو بچانے کے لیے، ہم ان کو ماننا چاہتے ہیں جو موت پر اس طرح جا پڑیں کہ موت خود ڈر کر پیچھے ہٹ جائے موت حسینؑ سے کس قدر خوفزدہ تھی اسے یوں دیکھو کہ وہ موت جو ایک تیر کے ذریعہ صبح عاشورہ کو حسینؑ تک پہنچ سکتی تھی اسے پسر سعد کی کم از کم ۲۰ ہزار فوج کے ۴۰ ہزار ہاتھ حسینؑ کی طرف ڈھکیلتے ہیں تب بھی وہ دس گھنٹے میں عصر عاشور کو حسینؑ تک پہنچی ہے۔

شہادت حسینؑ کے سلسلہ میں بدترین فقرہ جو کہا گیا وہ یہ تھا ان الحسین قتل بسیف جدہ حسینؑ اپنے نانا کی تلوار سے قتل ہوئے رسولؐ کہتے ہیں کہ حسین منی وانا منہ (صواعق محرقہ ص۱۱۴)

ہم اور حسینؑ ایک ہیں۔ لہذا حسینؑ کی شہادت رسولؐ کی شہادت ہے اور کہنے والا کہتا ہے حسینؑ کو رسولؐ کی تلوار نے قتل کیا یعنی یزید سیف الرسول تھا۔ دونوں باتوں کا یہی نتیجہ نکلا کہ رسولؐ نے اپنے کو اپنے ہاتھوں قتل کیا۔ معلوم ہوا حسینؑ پر اعتراض نہیں ہے بلکہ رسولؐ پر الزام خودکشی ہے۔ مسلمان اگر فقرہ کی ساخت پر غور کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ

www.kitabmart.in

کہنے والا کسے قاتل حسینؑ کہہ رہا ہے اس فقرہ کی ترکیب اس طرح ہے کہ نہ رسولؐ امت کو اپنا حاکم بنانے کا اختیار دیتے نہ یزیدؔ لوگوں کے ذریعہ حاکم بنتا نہ حسینؑ قتل ہوتے یعنی قاتلِ حسینؑ صرف شمرؔ، پسر سعدؔ، ابن زیادؔ اور یزیدؔ نہیں ہیں بلکہ جس نے یزید کو حکومت تک پہنچانے میں مدد کی وہ سب قاتلِ حسینؑ ہیں نہ صرف یہ لوگ بلکہ وہ بھی جنھوں نے انتخاب خلافت کا کا اصول بنایا۔ اور اصل قاتل انتخاب خلافت کا اصول ہے۔

حسینؑ و یزیدؔ کی بحث پر بطور حرف آخر ہم شاہ محمد حسن پھلواری شریف کی کتاب "شہادت حسینؑ" کی حسب ذیل عبادت نقل کرتے ہیں۔ موصوف ایک حنفی المذہب سنّی بزرگ عالم ہیں۔

"اگر واقعی یہ تاریخ و سیر غلط ہیں اور ذہبی، واقدی ابن حجر سیوطی، ابن سیرین، ابن کثیر، ابن خلکان اور دیگر تمام محققین و علمائے اہل سنّت یزید پر بہتان کرتے ہیں جو اسے ایسا بتاتے ہیں۔ بلکہ اس کے حالات پر پردہ پڑا ہوا ہے اور یزید درحقیقت بہت ہی پارسا برگذیدہ خدا رسیدہ متقی اور بزرگ تھا تو بہت بہتر ہے خدا آپ کا (مرزا حیرت دہلوی کا) حساب یزد ابن معاویہ کے ساتھ کرے اور ہم لوگوں کا حشر سبط رسولؐ علیہما السّلام سید الشہدار، سید شباب اہل الجنّۃ جناب امام حسین علیہ السلام کے ساتھ۔

جس کا جی چاہے ہو یزید کے ساتھ

ہم ہیں اور دامنِ امام حسینؑ"

مزید اطمینان کے لئے ہم یزیدؔ کے فرزند معاویہؔ کے خیالات درج کرتے ہیں۔

معاویہ یزیدؔ کے بعد اپنے باپ کی جگہ پر بادشاہ ہوا اس سے زیادہ معتبر شخص کون ملے گا (صواعق محرقہ ص۱۳۴ میمنہ مصر ۱۳۱۲ھ)

یزید کا بیٹا معاویہؔ اپنے باپ کے بعد بادشاہ ہوا اس نے منبر

www.kitabmart.in

پر آکر حسبِ ذیل تقریر کی یہ خلافت اللہ تعالیٰ کی رسی ہے میرے دادا معاویہؔ نے خلافت کے لیے علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے جنگ کی حالانکہ علیؑ خلافت کے اہل تھے اور میرے دادا سے زیادہ اس کے حق دار تھے تم جانتے ہو کہ کس طرح وہ تم پر مسلط رہے یہاں تک کہ ان کی موت نے ان کو آدبوچا اور اب قبر میں وہ اپنے گناہوں کی سزا میں گرفتار ہیں۔ ان کے بعد میرے باپ خلافت پر قابض ہوئے۔ وہ بھی اس کے اہل نہ تھے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے سے جنگ کی جس کے باعث ان کی عمر کم ہوگئی اور نسل منقطع ہوگئی آج وہ اپنی قبر میں گناہ کی سزا بھگت رہے ہیں فرزند یزید اس کے بعد روتے رہے پھر کہا ہمارے دل پر بہت گراں ہے۔ الم کہ ہمارے باپ کی موت بہت بری ہوئی اور اللہ کے سامنے اس کی بازگشت بھی بری ہوگی کیونکہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت کو قتل کیا شراب کو جائز اور خانۂ کعبہ کو برباد کیا پھر بھی ان کو خلافت کی شیرینی نصیب نہ ہوسکی لہٰذا میں اس کڑوے گھونٹ کو اپنے حلق سے اتارنے پر تیار نہیں ہوں ——— تم جانو اور تمھارا کام جانے۔ خدا کی قسم اگر دنیا میں بھلائی ہے تو ہم اس میں سے اپنا حصہ پاچکے اور اگر برائی ہے تو اولاد ابوسفیانؔ کے حصہ میں جتنی برائی آچکی وہ کافی ہے اس تقریر کے بعد معاویہؔ بن یزید گھر میں بیٹھ رہا اور چالیس

www.kitabmart.in

دن کے بعد مرگیا۔"

ذکرِ حسینؑ کو قابلِ نفرت بنانے کی سعی میں کہا گیا:۔

"واعظ پر ذکرِ حسینؑ حرام ہے کیونکہ یہ ذکر صحابہ سے بغض پیدا کرتا ہے۔" (صواعق محرقہ مصر ۱۳۱۲ھ صـ ۱۳۳)

صحابہ کا عقیدت مند مسلمان اس فقرہ سے متاثر ہو جاتا ہے لیکن اسے سوچنا چاہیئے کہ صحابہ حسینؑ کے ساتھی ہیں یزیدؔ کے۔ اگر یزیدؔ کے ساتھی ہیں تو یقیناً ذکرِ حسینؑ ان سے نفرت پیدا کرے گا جس طرح اس ذکر کے باعث یزیدؔ سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ لیکن صحابہ اگر حسینؑ کے ساتھی ہیں تو ذکرِ حسینؑ ان سے کیوں نفرت پیدا کرنے لگا۔ اس فتوے کے دینے والے نے حسینؑ کے ذکر کو بدنام نہیں کیا بلکہ صحابہ کو یزیدؔ کا ساتھی بنا کر بدنام کیا۔

گریہ کو حرام کہا گیا جس کی تائید میں حدیث بیان ہوئی کہ لوگوں کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے۔ سوچنا چاہیئے خدائے عادل کیونکر رونے والوں کی سزا میت کو دے گا کیا یہ ظلم صریح نہ ہوگا۔ تعالی اللہ عمّا یقولون۔

یہ کہہ کر "شہید زندہ ہے گریہ مردہ پر ہوتا ہے ہم حسینؑ کو مردہ مانیں تو روئیں جو روتے ہیں وہ مردہ سمجھتے ہیں" گریہ سے روکنا چاہا مگر ہم اقبال سہیل کے شعر کو مانیں ——————

روئیں وہ جو قائل ہیں مماتِ شہدا کے
ہم زندۂ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

یا جناب یعقوبؑ کی سنّت کو اپنائیں، جو زندہ یوسفؑ کے فراق میں روتے روتے اپنی آنکھیں سفید کر لیتے ہیں۔ اگر شہید کا ماتم نہیں ہوتا تو رسولؐ نے

www.kitabmart.in

جناب حمزہؑ شہید احد کے ماتم کرنے والوں کو دعا کیوں دی۔
(مناہج النبوۃ ج ۲ ص۲۸۸ مطبوعہ نولکشور کانپور)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل واقعہ کربلا حسینؑ پر روئے۔ پھر خواب میں آپ ماتمی صورت سے قتل حسینؑ کے دن جناب عباسؓ اور جناب ام سلمہؓ کو نظر آئے جیسا کہ زیر نظر رسالہ میں آپ کو ملے گا۔ جس کے بعد گریہ کو بدعت کہنا نبی کے طرز عمل کو بدعت کہنا ہوگا۔ مزید تسلیِ خاطر کے لیے ذیل کی روایتیں نقل کی جاتیں ہیں۔

(۱) حسینؑ پر رونے والا اولوالعزم رسولؐ کا ساتھی اور قیامت میں نور کا مالک ہوگا۔

"عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال وما من عبد یبکی یوم اصیب ولدی الحسین الا کان یوم القیامۃ مع اولی العزم من الرسل وقال البکاء فی یوم عاشور انور تام یوم القیامۃ" (اصابہ فی تمیز الصحابہ ج ا مطبوعہ مصر ص۵۳۳ ۱۳۲۸ھ)

پیغمبر صلعم نے ارشاد فرمایا جو شخص بھی حسینؑ پر ان کی شہادت کے دن روئے گا وہ قیامت کے دن اولوالعزم رسولوں کے ساتھ ہوتا اور عاشور کے دن کا گریہ قیامت گے روز نور بن کر کام آئے گا۔

(۲) جو حسینؑ پر ایک آنسو بھی روئے اس کی جگہ جنت ہے

"فی مسند احمد بن حنبل من دمعت عیناہ لقتل الحسین دمعۃ وقطرت بواہ الجنۃ" (وسیلۃ النجاۃ ملا مبین فرنگی محلی ترجمہ ہادی علی خاں۔ مطبوعہ گلشن فیض لکھنؤ ۱۸۹۱ء ۱۳۱۳ھ ص۲۰۵)

مسند بن حنبل میں یہ حدیث ہے کہ غم حسینؑ میں جس کی

www.kitabmart.in

آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور آنسو نہ نکلیں اس کی جگہ جنت ہے۔

(۳) جناب شیخ عبدالقادر جیلانی اپنی کتاب غنیۃ الطالبین کی دوسری جلد کے صفحہ ۶۲ مطبوعہ مصر ۱۳۳۲ھ پر لکھتے ہیں۔

"قال ھبط علی قبر الحسین بن علی رضی اللہ عنھما یوم اصیب سبعون الف ملك یبکون علیہ الی یوم القیامۃ"

قبر حسین ابن علی رضی اللہ عنہما پر آپ کی شہادت کے دن ستر ہزار ملائکہ اترے جو قیامت تک آپ کی قبر پر روتے رہیں گے۔

ملک آسمان پر عبادت الٰہی میں مصروف تھے اگر حسینؑ پر گریہ ان عبادتوں سے بلند درجہ عبادت نہ ہوتی تو یہ وہاں سے گریہ کرنے یہاں نہ آتے۔

قیامت تک رونا بتلاتا ہے کہ حسینؑ پر گریہ کے سلسلہ کو خدا قیامت تک باقی رکھنا چاہتا ہے۔

ملک آسمان پر بھی رو سکتے تھے لیکن قبر حسینؑ پر آکر رونا بتاتا ہے کہ زیارت قبر بھی عبادت ہے جو آسمان پر حاصل نہ ہوتی۔

حسینؑ کے ماننے والے جہاں آپ کا غم کرتے ہیں وہاں آپ کو اپنی مدد کے لئے پکارتے ہیں۔ آپ کے نام پر نذر و نیاز کرتے ہیں۔ آپ کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ سلام کرتے ہیں بعض مسلمان اسے بت پرستی اور مردہ پرستی کہتے ہیں۔ اللہ کے علاوہ اگر کسی دوسرے کی تعظیم کرنا بت پرستی ہے تو رسولؐ، قرآن، کعبہ جن کی تعظیم کا حکم خدا نے دیا ہے یہ سب بت پرستی ہوگی۔ حالانکہ بت پرستی کے معنی ہیں غیر خدا کو خدا سمجھنا، ظاہر ہے کہ جب ہم حسینؑ کو خدا نہیں مانتے تو تعزیہ و علم و تابوت کو کیوں کر خدا مانیں گے۔ بلکہ حسینؑ کو بھی مانتے ہیں تو صرف خدا کی وجہ سے۔ رہا ان کو سلام کرنا ان کی زیارت کرنا وغیرہ تو

www.kitabmart.in

یہ چیزیں مردہ پرستی تب ہوتیں جب حسینؑ مردہ ہوتے لیکن شہید زندہ جاوید ہے۔ لہٰذا ہم حسینؑ سے وہی روابط رکھتے ہیں جو زندہ انسانوں سے رکھے جاتے ہیں سلام و ملاقات زندہ سے کی جاتی ہے مدد کے لئے زندہ کو آواز دی جاتی ہے۔ نذر و تحفہ زندہ کو پیش کیا جاتا ہے۔ البتہ جو ان چیزوں کو مردہ پرستی جانتے ہیں وہ حسینؑ کو مردہ سمجھتے ہیں اور قرآن مجید کی تکذیب کرتے ہیں جو شہید کو زندہ بتلاتا ہے یہ سوچنا کہ نذر حسینؑ کے کام نہیں آتی تو اس کا کیا فائدہ پھر یہ بھی سوچو کہ نذر خدا کے کس کام کی جو اس کے نام پر قربانی کی جاتی ہے زیر نظر رسالہ میں آپ بکثرت پائیں گے کہ ملائکہ نے ذکر مصائب حسینؑ کیا اور آنحضرت صلعم روئے جو جواز مجلس کی دلیل ہے یہ بھی آپ کو ملےگا کہ ملک نے رسولؐ کو اس زمین کی مٹی لاکر دی جہاں حسینؑ شہید ہونے والے تھے آپ اس مٹی کو دیکھ کر روتے ہیں۔ حفاظت سے رکھنے کے لئے جناب ام سلمہؓ کے حوالہ کرتے ہیں یہ مٹی عاشور کے دن خون ہو جاتی ہے نبیؐ خواب میں آکر کربلا سے دور مدینہ والوں کو خبر شہادت دیتے ہیں آپ چہرہ اور ڈاڑھی پر خاک ملے ہوتے ہیں اور ایک شیشہ میں حسینؑ اور دیگر شہداء کا خون جمع کرکے خواب میں اس کی زیارت کراتے ہیں شہادت حسینؑ پر خداوند عالم کی طرف سے آثار غم پیدا کئے جاتے ہیں۔ آسمان روتا ہے زمین روتی ہے۔ آپ جب ان تمام باتوں پر غور کریں گے تو محسوس کریں گے کہ غم حسینؑ کا منانا اور اس غم کا پھیلانا اس کے لئے آثار غم پید کرنا منشاء خدا و رسولؐ ہے۔ اس غم کو اسی طرح منانا چاہئے جس طرح رسولؐ چہرہ پر خاک مل کر مناتے ہیں نہ کہ زرق برق لباس پہن کر۔

واقعہ کربلا سے پہلے کربلا کی سرزمین کی مٹی سے محبت کرنا اور اسے

سونگھنا جب کہ اس میں ابھی خون حسینؑ شامل نہیں ہوا ہے بتاتا ہے کہ نبیؐ کی نظر میں وہ خاک قابل محبت ہے جسے اس زمین سے نسبت ہو جس کو حسینؑ کا مقتل بننا ہے اور اظہار محبت کا ذریعہ اسے سونگھنا ہے تو مسلمان بعد شہادت اس خاک کی تعظیم و محبت کیونکر نہ کرے گا جب بنیاد محبت نسبت ٹھہری تو حسینؑ سے منسوب ہر چیز قابل محبت ہو گی۔

www.kitabmart.in

ایک نیا فلسفہ ایجاد کیا گیا کہ شہادت سے حسینؑ کو بلند درجات ملے اسلام زندہ ہو گیا دین محفوظ ہو گیا یہ تو خوشی کا موقع ہے نہ کہ غم کا اگر واقعی یہ فلسفہ صحیح ہوتا تو رسول صلعم جناب حمزہؑ کی شہادت پر مسرت کا جشن مناتے نہ کہ رونے والوں کی تمنا کرتے اور اصحاب کی عورتوں کے رونے پر ان کے اور ان کی اولاد بلکہ اولاد کی اولاد کو دعا دیتے جس کی تفصیل مناہج النبوۃ میں درج ہے۔

ان فلسفیوں پر عقل روتی ہے جو یہ بھی نہیں سمجھتے کہ کوئی بھی حسینؑ کے فائز بدرجۂ شہادت ہونے پر نہیں روتا بلکہ بسلسلۂ شہادت پیش آنے والے اندوہناک مصائب پر رونے والے روتے ہیں جس طرح وقت شہادت سرورِ کائنات کے ساتھ کائنات رو رہی تھی مسلمان کا فرض ہے کہ وہ حضرت ابوبکر کے طرز عمل سے سبق حاصل کرے جس کی تفصیل یہ ہے کہ دشمن جب آنحضرت صلعم کو تلاش کرتے ہوئے غار ثور کے منہ تک آ گئے جہاں آپ مع جناب ابوبکر کے پوشیدہ تھے اس وقت آپ نے رونا شروع کر دیا۔ اور آنحضرتؐ کے دریافت فرمانے پر کہا کہ:-

"میں اپنی جان کے خوف سے نہیں رویا بلکہ مجھے اس خیال نے رلایا کہ کہیں آپ کو کوئی گزند نہ پہنچ جائے۔"

www.kitabmart.in

ملاحظہ ہو سیرت حلبیہ ج ۲ صہ ۱۸۱ مطبوعہ از ہر مصر

ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش کو دیکھ کر رنجیدہ ہوئے اور رونے لگے فرمایا کہ خدا کی قسم میں اپنی جان جانے کے خوف سے نہیں رویا بلکہ میرے رونے کی وجہ یہ خیال تھا کہ کہیں آپ کو کوئی ناگوار واقعہ پیش نہ آئے۔"

اگر حصول شہادت پر غم کے بجائے مسرت ہونا چاہئے تو جناب ابوبکر کو رونا نہ چاہئے تھا بلکہ سجدہ میں گر کر دعا کرنا چاہئے تھی کہ خدا آنحضرت صلعم کو اس وقت درجہ شہادت عطا فرمائے۔ جب صرف تصور شہادت پر گریہ صحیح ہے تو انتہائی کرب و بے پناہ مصائب برداشت کر کے شہید ہونے والے حسینؑ پر کیونکر نہ رویا جائے۔

غرض کہ حسینؑ اور غم حسینؑ دونوں کی مخالفت کی جاتی ہے کیونکہ مخالفت کرنے والے جانتے ہیں کہ غم وہ پُر تاثیر چیز ہے جس سے زیادہ اثر ڈالنے والی دوسری کوئی چیز اس دنیا میں نہیں پائی جاتی اسی لیے جن مذہب میں واقعی غم انگیز واقعات نہیں ہیں انھوں نے بھی اپنی مذہبی تاریخ میں غم اور اس کے تذکرہ کو شامل کرنا ضروری سمجھا۔ جناب عیسیٰؑ آج بھی زندہ ہیں مگر ان کی سولی کا غم انگیز واقعہ روزانہ پر درد طریقہ سے بیان ہوتا ہے، اور اس غم کی نشانی آج نشان عیسائیت ہے دوسرے مذاہب بھی اپنے غمگین واقعات کو بیان کرتے ہیں مذہبی جلسے اور جلوس کی بنیاد خاص طور پر یہی واقعات ہوتے ہیں۔ غم، انسانی قلب و دماغ کو متاثر کیے بغیر نہیں رہتا، یہ ایسی حقیقت ہے جس سے کسی مذہبی اور غیر مذہبی انسان کو انکار نہیں۔ فرضی واقعات جو افسانوں اور ناولوں میں لکھے جاتے ہیں ان میں بھی

غمگین واقعات کا بیان ہوتا ہے ۔ اور یہ جانتے ہوئے کہ یہ واقعات فرضی ہیں لوگ پڑھ کر روتے ہیں اور مقبولیت کی بنیاد غم کی مصوّری ہوتی ہے ۔ غزل کا محور "غمِ جاناں" ہے ۔ عوام کا محبوب لیڈر وہی ہوتا ہے جو ان کے غم میں شریک ہوتا ہے ۔

www.kitabmart.in

یہ غم ہی کا اثر ہے کہ غیر مسلم بانیٔ اسلام صلعم سے اتنا متاثر نہیں جتنا آپ کے نورِ نظر امام حسینؑ سے متاثر ہے کیونکہ آنحضرت صلعم کے واقعات مسرّت و غم دونوں پر مشتمل ہیں جب کہ واقعۂ کربلا از ابتدا تا انتہا غم ہی غم ہے اور غم بھی بے پناہ جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی یہ غم کا زور ہے کہ غیر مسلم اسی حسینؑ کے سامنے جھکتا ہے جس نے اسلام پر جان دی اور اس کو نظریاتی و مذہبی اختلاف حسینؑ کی پر جوش حمایت سے نہیں روک پاتا ہے مگر افسوس کا مقام ہے مسلمانوں کو ان کا اسلام حسینؑ سے روکتا ہے غیروں کو اپنانے کے لیے ذکرِ حسینؑ ایک عظیم ذریعہ ہے ۔ کاش مسلمان اس حقیقت کو سمجھ لیتے اور حمایت و تبلیغ اسلام میں ذکرِ حسینؑ سے اس کے شایانِ شان کام لیتے آج حسینؑ ہماری دنیا میں موجود نہیں ہیں جن کو ہم ان کا حق دلائیں گے اور نہ یزید زندہ ہے جس سے ہم انتقام لیں گے اس لیے یہ خیال قطعاً غلط ہوگا کہ اس غم سے حسینؑ کو کوئی فائدہ پہنچے گا بلکہ نفع خود ہمارا ہے کہ ہم حسینؑ کے ذریعہ اپنی زندگی کو سنواریں اور دکھے دلوں ٹوٹی ہمتوں کو پر جوش اور حوصلہ مند بنائیں اور یزید کی حمایت کر کے اپنے اخلاق کو مسموم نہ بنائیں اور اس زہر کو متعدی نہ ہونے دیں ۔

کسی کا یہ کہنا تاریخ پر کتنا بڑا ظلم ہے کہ یزید اللہ کی عدالت سے سزایاب ہو چکا اب اپنی سزا بھگت رہا ہے اور حسینؑ اپنے درجات حاصل

www.kitabmart.in

کر چکے آج ان پر اللہ کی رحمتوں اور نعمتوں کی سرمدی بارش ہو رہی ہے لہٰذا اب ان پرانے واقعات کے ذکر کا کیا فائدہ" ـــــ اگر پچھلے واقعات کے ذکر کا کوئی فائدہ نہیں تو تاریخ کا فن بے کار ایجاد کیا گیا جس پر لاتعداد صاحبان علم و عقل نے اپنی زندگی صرف کی اور اس شعبۂ علم پر زیادہ سے زیادہ توجہ دی جا رہی ہے۔ آثار قدیمہ جمع کئے جاتے ہیں اور پرانے آثار کی کھدائی پر بے اندازہ دولت و وقت خرچ کیا جا رہا ہے ہندوستان سے آج جب انگریز جا چکا ہے اس کا ظلم و جور بے نشان ہو چکا ہے تو ہندستانی قوم ان کے ظلم و ستم کے شکار ہونے والوں کی یاد کیوں مناتی ہے۔ ان کی تاریخ کیوں مرتب کی جا رہی ہے۔ ملک و قوم پر قربان ہونے والوں کی نشانیاں کیوں قائم کی جا رہی ہیں ہر صاحب ہوش کہے گا کہ پچھلے واقعات آئندہ اقدامات کی بنیاد بنتے ہیں۔ شہیدوں کا ذکر قوم کی تربیت کا سبب بنتا ہے۔ پھر قابل حیرت بات یہ ہے کہ حسینؑ کے تذکرہ کو فرسودہ کہنے والے خود فرسودہ افراد کے تذکرہ کو زندہ کرنے میں منہمک ہیں۔ اگر واقعاتِ گذشتہ کا تذکرہ بیکار ہوتا تو قرآن مجید انبیاءؑ ماسبق کے حالات کو نہ بیان کرتا اور نہ ان کے واقعات پر "غور و فکر" کی دعوت دیتا واقعۂ کربلا کی یاد منانے پر معترض ہونے والے کو پہلے حج پر معترض ہونا چاہیئے جس کے واجب ہونے کے بعد نہ ادا کرنے والے کی موت کو اسلام کفر کی موت قرار دیتا ہے۔ کیا حج میں جناب ابراہیمؑ و جناب اسماعیلؑ اور جناب ہاجرہؑ کے واقعات کی یاد کو تازہ نہیں کیا جاتا شیطان کبھی ان حضرات کا سدّ راہ ہوا تھا آج اس کی جگہ پتھر کے ستون قائم کر کے ان پر کنکری مارنے سے کیا شیطان کو چوٹ لگتی ہے؟ کیا مسلمان خدا کے اس حکم کو فعل عبث

www.kitabmart.in

کہنے کی جرأت رکھتا ہے؟ ستون شیطان تو نہیں ہیں صرف اس کی طرف منسوب ہیں اور ستون سے اظہار نفرت شیطان اور اس کے اعمال سے اظہار نفرت ہے جب قابل نفرت ذات سے منسوب ہونے والی چیز قابل نفرت ہوتی ہے تو محبوب و قابل تعظیم شخصیت سے منسوب چیزیں محبت و تعظیم کے قابل کیوں نہیں؟ ہیں اور ضرور ہیں۔ چنانچہ صفا اور مروہ کی پہاڑیاں جہاں جاکر جناب ہاجرہ اپنے فرزند کے لئے پانی تلاش کرتی تھیں وہ قابل تعظیم ہیں قرآن مجید ان کو شعائر اللہ کہتا ہے "ان الصّفا والمروۃ من شعائر اللہ" (پ۲ رکوع ۳) جناب اسماعیلؑ کی قربانی کی تاسی میں قربان کیے جانے والے اونٹ بھی شعائر الٰہی ہیں" والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ لکم فیھا خیر" (پ۱۷ رکوع ۱۲) اور شعائر خدا قابل تعظیم ہیں بلکہ ان کی تعظیم کرنے والے ہی متقی ہوتے ہیں"

"ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب"

(پ۱۷ رکوع ۱۱)

جناب ہاجرہؑ پریشانی کے عالم میں تلاش آب کے لئے جس طرح دوڑی تھیں آج ہر حاجی کو اسی طرح چلنا پڑتا ہے۔ ان واقعات کی نقل کرنے اور ان کی یاد منانے سے ظاہر ہے جناب ابراہیمؑ و اسماعیلؑ و ہاجرہؑ کو کوئی فائدہ نہیں بلکہ اس کے ذریعہ ہم فائدہ اٹھاتے ہیں کہ خدا کی راہ میں قربانی کے جذبہ کی سال بہ سال تجدید ہوتی جاتی ہے۔

واقعہ کربلا جناب اسماعیلؑ کی قربانی سے کہیں زیادہ سامان تعلیم و تربیت رکھتا ہے خدا نے آثار غم پیدا کر کے (اور ایسے آثار غم حسینؑ سے قبل کسی شہید کے لیے نہیں پیدا کیے گئے حتی کہ وفات جناب سرور کائنات

www.kitabmart.in

پر بھی نہیں) اپنی اس خواہش کا مظاہرہ کیا کہ حسینؑ کی یادگار منائی جائے لہذا حسینؑ سے منسوب چیزیں شعائر الہی ہیں۔ ان کی تعظیم و محبت تقویٰ ہے۔ آنکھوں پر پٹی باندھ کر دیکھنے والوں کو اگر یہ بُت پرستی نظر آئے تو مجرم کسے قرار دیں آفتاب کو یا شپرہ کو؟ واقعہ ایک ہی ہوتا ہے اثر لینے والے مختلف ہوتے ہیں۔ رسولؐ کے جس فعل میں مومن کو قوت اعجاز نظر آتی ہے منکر اسی کو جادو کہتا ہے۔ قرآن نبیؐ کی باتوں کو وحی بتاتا ہے۔ نہ ماننے والا اسے مجنون کی باتیں قرار دیتا ہے۔ قرآن مجید ہدایت کے لیے آیا ہے لیکن وہی ہدایت پاسکے گا جو متقی ہوگا ھدی للمتقین خود اس کا اعلان ہے اسی طرح واقعہ کربلا سے وہی فائدہ حاصل کرسکے گا جو اس سے اثر لے گا۔

آنحضرت صلعم امام حسینؑ سے محبت کو اپنی محبت قرار دیتے ہیں جو مسلمان اپنے کو شمع نبوت کا پروانہ سمجھتے ہیں وہ پروانہ وار حسینؑ سے محبت کریں گے حسینؑ ہر مسلمان کے محبوب ہیں اگر طریقۂ محبت الگ الگ بھی ہو تب بھی ان میں امام حسینؑ کے بارے میں کوئی نزاع نہ ہونی چاہیے کیوں کہ سب کا محبوب ایک ہے نہ کسی حسینی کو حق ہے کہ اپنی طرح دوسرے کو بھی محبت کرنے پر مجبور کرے۔ چنانچہ ہم کسی کو عزاداری و تعزیہ داری کرنے پر مجبور نہیں کرتے اور نہ کسی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ دوسرے کو اس کے اپنے طریقہ محبت سے روکے ہم نے یہ تو دیکھا ہے کہ اجنبی شخص صاحب غم کا شریک غم نہ بنے مگر یہ نہیں دیکھا کہ کسی کے رونے سے کوئی خفا ہو یا چڑھے۔ تعجب ہے کہ ہمارا حسینؑ پر رونا کسی کو کیوں برا لگتا ہے۔ کیا اس خفگی کی وجہ وہی ہے جس کی بنا پر جناب یعقوبؑ کا گریہ برادرانِ یوسفؑ کو ناگوار ہوتا تھا۔

کوئی دوسرے پر نہیں روتا جو روتا ہے وہ اپنے لئے۔ بچّہ پیدا ہوکر

www.kitabmart.in

روتا ہے تو اپنے لیے کسی کی موت پر رونے والے روتے ہیں تو مرنے والے پر نہیں ورنہ سب ہی روتے بلکہ صرف وہ لوگ روتے ہیں جن کے دل کو اس کی موت سے چوٹ لگی ہے، ان کا رونا اپنی تکلیف اور قلبی اذیت کے باعث ہوتا ہے۔ کسی پسر مردہ ماں کے بین اور غمزدہ باپ کے تاثرات میں یہی ملتا ہے کہ اب ہم کیونکر جئیں گے۔ بیوہ یہ کہہ کر روتی ہے کہ کس کے سہارے چھوڑے جا رہے ہو تیم کی فریاد ہوتی ہے اب ہم سے کون محبت کرے گا تعزیت اور تسلی دینے والے وارثوں کو سمجھاتے ہیں کہ دل سنبھالو لہذا حسینؑ پر کوئی نہیں روتا جو روتا ہے وہ اپنی قلبی اذیت کے باعث جس کے دل کو حسینؑ کی تکلیف سے ٹھیس نہیں پہنچی وہ نہیں روئے گا اور جس کا دل پارہ پارہ ہوا جاتا ہے وہ آنسو روک بھی نہیں سکتا رونا فعل غیر اختیاری ہے آنسو نکالے نہیں جاتے نکل پڑتے ہیں۔

جب رونا دل کے ٹھیس لگنے پر موقوف ہے تو کسی کا غم اتنے ہی افراد منائیں گے مرنے والا اپنی زندگی میں جتنوں کے لیے جیتا تھا آفاقی غم اسی کا ہو سکتا ہے جو بنی نوع انسان کے لیے جئے اور انھیں کے لیے مصائب جھیلے حسینؑ پر تمام انسان اِسی لیے روتے ہیں کہ ان کی زندگی اور موت کے مقاصد ذاتی یا خاندانی یا قومی نہ تھے بلکہ بنی نوع انسان کے لیے قربانیاں دی تھیں غم حسینؑ سے اختلاف کرنے والوں کے پاس بھی اگر حسینؑ جیسی محبوب شخصیتیں ہوتیں جن کا غم آفاقی ہوتا مگر وہ غم و ماتم سے اختلاف کے باعث اپنے محبوب کا غم نہ کرتے تو ہم پر بھی ان کے اختلاف کا اثر پڑتا لیکن غم حسینؑ سے وہ لوگ روکتے ہیں جن کے پاس ایسے محبوب افراد نہیں ہیں جن کا دنیا ماتم کرتی۔ ان کے مسلسل اختلاف سے اس خیال کو تقویت ہوتی

www.kitabmart.in

ہے کہ وہ اپنی بے مائیگی پر پردہ ڈالنے کے لئے حسینیت کی شمع کو بے پروا نہ بنانا چاہتے ہیں مگر یہ ممکن نہ ہوگا کیونکہ اگر عزائے حسینؑ کی بنا بندوں کی ڈالی ہوئی ہوتی تو شاید انسانوں کی مخالفت کچھ اثر انداز ہوتی مگر جب تحریک عزا کا محرک خود خدا ہے تو نہ محرک سے کوئی ٹکر لے سکتا ہے نہ اس کی تحریک کبھی کمزور ہو سکتی ہے۔

حسینؑ اور واقعہ کربلا کی عظمت و اہمیت کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں اس موضوع پر متعدد آیات موجود ہیں جن کا اجمالی تذکرہ یہاں پر کیا جا رہا ہے۔ پارہ ۲۶ رکوع ۲ ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس آیت میں اس انسان کا ذکر ہے جس سے خدا نے والدین کے ساتھ احسان کرنے کی وصیت کی جس کے زمانہ حمل میں اور وقت ولادت غم تھا جس کی مدت حمل و رضاعت ۲½ سال ہے۔ جس نے قوی ہو کر چالیس سال کے سن میں دعا کی کہ پالنے والے مجھے ایسی توفیق دے کہ میں ان تمام نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے یا میرے والدین کو دی ہیں اور ایسا عمل صالح انجام دوں جس سے تو راضی ہو جائے اور میری ذرّیت میں سے کچھ کو صالح بنا دے میری بازگشت تیری طرف ہو اور میں تیرا مسلمان ہوں" ظاہر ہے کہ عام انسانوں کا ذکر نہیں ہے بلکہ مذکورہ اوصاف امام حسینؑ علیہ السلام کے حالات سے مطابق ہوتے ہیں آپ کی خبر شہادت کے باعث قبل ولادت اور وقت ولادت غم تھا اور ایسا غم کہ رسول صلعم روتے ہیں۔

مدت حمل و رضاعت ۲½ سال ہے جبکہ رضاعت کی مدت دو سال ہوتی ہے لہذا مدت حمل ۶ ماہ ہوئی اور علماء شیعہ و اہل سنّت نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم کی امت میں امام حسین علیہ السلام کے علاوہ کوئی بچہ زندہ

www.kitabmart.in

نہ رہا جو چھ ماہ میں پیدا ہوا ہو۔

جو دعائیں اِس آیت میں مذکور ہیں وہ امام حسینؑ سے مطابق ہوتی ہیں اللہ سے پائی ہوئی ہر نعمت کو اس راہ میں قربان کر کے شکر کیا۔.....

اور خدا نے بعد شہادت آثار غم پیدا کر کے اپنی خوشنودی کا اعلان فرمایا آپ کی ذریت میں ۹ امام ہوئے جن کے صالح ہونے کا دوست دشمن ہر ایک قائل ہے۔ جناب ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام مسلمان بنانے کی دعا کرتے ہیں یہ صرف حسینؑ ہو سکتے ہیں جو کہیں میں تیرا مسلمان ہوں۔ جنھوں نے سب کچھ اللہ کو سونپ دیا۔

(۲) وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ (پارہ ۲ رکوع ۳)

اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کا امتحان خوف، بھوک اور مال وجان، اولاد کے نقصان کے ذریعہ لیا جائے گا ایسے افراد جن کا بیک وقت مذکورہ بالا تمام چیزوں میں امتحان لیا گیا ہو صرف واقعہ کربلا میں ملتے ہیں۔ بلکہ جتنا سخت امتحان مذکورہ بالا چیزوں میں کربلا والوں کا ہوا اور جس شان سے وہ امتحان میں کامیاب ہوئے تاریخ اپنے دامن میں اس کی نظیر نہیں رکھتی۔

○ اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَنَّةَ ؕ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ فَیَقۡتُلُوۡنَ وَیُقۡتَلُوۡنَ۔

(پ۱۱ رکوع ۳)

اللہ نے کچھ مومنین کی جان و مال کو جنّت کے وعدہ پر خرید ا ہے اور یہ مومنین وہ ہیں جو راہ خدا میں لڑتے ہیں دشمن کو قتل کرتے ہیں اور پھر خود قتل ہو جاتے ہیں۔

www.kitabmart.in

ایسی جنگ جس میں سارے مجاہد لڑیں، قتل کریں اور شہید ہو جائیں صرف کربلا کی جنگ ہے ورنہ ہر جنگ میں مجاہدین کا ایک حصہ شہید ہوتا ہے تو بقیہ لوگ بچ رہتے ہیں۔ اور جان کے ساتھ مال بھی لٹ جائے اور وہ بھی اس طرح کہ سر چھپانے کے لیے چادر بھی نہ ہو صرف واقعہ کربلا میں نظر آتا ہے۔

(۴) وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ

خداوند عالم اس آیت میں پانچ چیزوں کی قسم کھا رہا ہے۔ صبح[۱]، دس[۲] راتیں۔ جفت[۳]۔ طاق[۴]۔ رات[۵] جب وہ آنے لگے۔

قسم اہم چیز کی کھائی جاتی ہے۔ علامہ فخر الدین رازی کہتے ہیں کہ اس سے دس ذی الحجہ کی صبح مراد ہے لیکن صبح عاشور اس سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ پھر صبح عاشور سے وابستہ دس راتیں بھی اہم ہیں اور یکم سے دس ذی الحجہ تک کی راتوں کو کوئی اہمیت نہیں حاصل ہے۔ عشرہ محرم کی دس راتوں میں ۷، ۹، اور ۸، ۱۰ کی طاق و جفت راتوں کو پیاس کے باعث خصوصی اہمیت ہے آخری قسم اس رات کی ہے جو شروع ہوئی شب عاشور زیادہ مستحق ہے کہ مراد لی جائے کیونکہ وہ انتہائی اہم حالات میں شروع ہوئی۔

○ وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (پ ۳۰ رکوع ۔)

عصر کی قسم بے شک تمام انسان گھاٹے میں ہیں سوا عمل صالح کرنے والے مومنوں کے جو ایک دوسرے کو حق اور صبر کی وصیت کرتے ہیں۔

عصر عاشور کو ہر وہ انسان گھاٹے میں تھا جو حسینؑ سے جنگ کر رہا تھا

www.kitabmart.in

جیسا کہ خود پسر سعد، حسینؑ سے لڑنے کو خسرانِ مبین کہتا ہے اور امام کے اصحاب مومن تھے عمل صالح کی ہر صنف کو بطور احسن انجام دے رہے تھے ایک دوسرے کو حق اور صبر کی وصیت بھی کر رہے تھے۔ قرآن مجید کا یہ سورہ کربلا میں مجسم نظر آرہا ہے۔

آئندہ کے لیے بھی عصر عاشور فیصلہ کن ہے کہ جو اپنے کو حسینؑ سے الگ رکھے گا وہ نقصان و خسارہ میں رہے گا اور جو اپنے کو حسینؑ کے ساتھیوں میں شامل کرے گا وہ نقصان سے محفوظ رہے گا۔

حسینؑ کا ساتھی کون ہوگا؟ سورہ عصر نے اس کے اوصاف بیان کر دیئے ہیں۔

مومن ہو۔ اعمال صالح بجا لائے۔ خود حق کا پابند رہ کر دوسروں کو پابندی حق کی وصیت کرے پابندیٔ حق میں اس نے مصائب جھیلے ہوں تاکہ اس کی زندگی دوسروں کو دعوتِ صبر دے سکے۔ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب واقعۂ کربلا نظر شارع و شریعت میں اتنا اہم تھا تو بہ صراحت قرآن مجید میں اس کا ذکر کیوں نہ کیا گیا؟ قرآن اگر غیر حکیم کا کلام ہوتا تو ضرور بہ صراحت تذکرہ ہوتا لیکن عالم الغیب خدا بعد وفات سرور کائناتؐ صلعم کے حالات سے واقف تھا کہ حسینؑ کو غیر مسلم نہیں بلکہ مسلمان قتل کرے گا لہٰذا جو مسلمان حسینؑ کا قاتل بنتا وہ اس قرآن کو پہلے مٹا دیتا جس میں ذکر حسینؑ ہوتا مصلحت کا تقاضہ یہی تھا کہ ذکر کیا جائے مگر اس طرح کی مظلوم کا ذکر ظالم کی دست بُرد سے محفوظ رہ سکے۔

آخر کلام میں حسینیوں کی خدمت میں باادب گذارش کرنا ہے کہ انھوں نے تذکرۂ حسینیؑ کی قوت واثر کو دیکھا ہے وہ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حسینی

www.kitabmart.in

سیرت" کتنی پرقوت اور پُراثر ہوگی ۔ اگر ہم حسین علیہ السلام کی سیرت کے مطابق زندگی بسر کریں تو نشرِ حسینیت کی عظیم خدمت انجام دیں گے بلکہ بڑی حد تک جناب سید الشہدا ؑ کا حق بھی ادا کریں گے کیونکہ سچا حسینی وہ ہے جو امام حسین علیہ السلام کی محبت کے ساتھ ساتھ ہر اس چیز سے محبت کرے جو آپ کو پسند تھی اور یزیدؔ سے نفرت کے ساتھ اس کی ہر صفت سے نفرت کرے ۔

خداوند عالم دنیا و آخرت میں ہم کو حسینی قرار دے ۔

www.kitabmart.in

دُکھی دُنیا

زمانہ کی مادّی ترقی اتنی تیز ہے کہ آنکھ والا درکنار نابینا بھی اسے محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ زمین پر قدم قدم چلنے والا انسان راکٹ کے ذریعہ چاند تک پہنچ رہا ہے۔ ساحل کے کنارے محفوظ ہوکر بھی سمندر کی موجوں سے سہم جانے والا انسان آج سمندر کے سینے کو چیر کر اپنی مرضی کے مطابق سطح اور سمندر کی تہوں میں سرگرم سفر ہے۔ کائنات کی ہر چیز پہ قابو پانے کے لئے کوشاں انساں نے بہت سے سرکش نہ صرف رام کرلئے ہیں بلکہ ان کو اپنی مرضی کا پابند بناتا جارہا ہے۔ آج ہوا، پانی، آگ، موسم، بلندی، پستی غرضکہ کائنات کی ہر چیز سے لڑنے اور ان کو زیر کرنے کی خواہش میں انسانی قدم بہت کچھ آگے بڑھ چکے ہیں اور بڑھ رہے ہیں مگر ترقی کا "مور" اپنے پیروں پر جب نظر ڈالتا ہے تو ضرور شرمندہ ہوکر بے حوصلہ ہونے لگتا ہے۔ ترقی کے بال و پر یقیناً بہت خوبصورت ہیں لیکن انسانی زندگی یعنی ترقی کے پیر روز بروز اتنے مکروہ اور بھیانک ہوتے جارہے کہ مسرّت کے بجائے انسان رنج، خوف، غم، فکر میں ڈوبتا جارہا ہے۔

ترقی پسند انسان تہذیب و تمدن میں ترقی کے بجائے جاہلیت و جنگلی تمدن کی طرف واپس آرہا ہے۔ چلنا بڑھنے کا نام نہیں ہے۔ کولھو کا بیل بھی چلتا ہے مگر بڑھتا نہیں۔ اگلے تمدن اور موجودہ تمدن کے نتائج ملا لیجئے تو اندازہ

www.kitabmart.in

ہوگا ہم بھی صرف چکر میں رہے ہیں۔جہاں سے چلے تھے آج بھی وہیں کھڑے ہیں۔کل انسان جاہل جنگلی۔ظالم غیر تہذب۔ناآشنائے تمدن ہوکر جو کچھ کر رہا تھا آج ہم ترقی۔تمدن۔تہذیب علم و دانش کے نام پر وہی کچھ کر رہے ہیں —— جنگلی انسان برہنہ تھا مجبوریوں کا عذر بھی اس کے پاس تھا چنانچہ اس نے تہذیب میں قدم رکھے تو درختوں کی چھال اور پتے اس کا لباس بن کر بے سامانی کا اعلان کر رہے تھے مگر آج کا انسان لباس کی بہتات کے باوجود 'فطری آزادی کے نام پر برہنہ رہنے کا مطالبہ کر رہا ہے اور تہذیب جدید اس کے مطالبہ کو خلاف تہذیب قرار دے کر رد نہیں کر رہی ہے البتہ ننگوں کی اقلیت کو لباس پہننے والوں کی اکثریت کے باعث برہنہ رہنے کی فی الحال کھلی چھوٹ نہیں دے رہی ہے۔لیکن خالی جزیرے 'فطری آزادی' کے لئے وقف کیے جا رہے ہیں۔کون جانے ننگوں کی اقلیت کب اکثریت میں بدل جائے اور لباس کے حامی کب غیر آباد جزیروں میں محبوس کر دیئے جائیں۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جہالت نے ہم کو برہنہ رکھا تھا آج کا علم و تہذیب ہم کو پھر برہنہ کر رہا ہے۔انسانی ترقی نے ایک چکر پورا کر لیا ہے۔اخلاق و عقل کو چکر آ رہے ہیں جس کی تیمارداری کرنے والا کوئی نہیں۔اگر کچھ ہمدرد اٹھے بھی تو ان کو ہسٹیریا کا مریض قرار دیا جائے گا۔کل عرب کا جاہل باپ بے رزقی کے خوف سے اولاد کو قتل کر رہا تھا۔باپ ہو کر بیٹی کا گلا دبا رہا تھا آج ہم ان واقعات کو سُن کر بے چین ہوئے جاتے ہیں لیکن عصر حاضر کی عقل و علم و تہذیب نے ہم کو پھر اس جگہ لا کھڑا کیا ہے کل ہم جہاں سے چلے تھے۔غور کیجئے غلہ کی کمی کا "فیملی پلاننگ" سے علاج ہو رہا ہے اور مخالف۔جاہل اور دقیانوسی قرار پا رہا ہے۔کیا ساری زمین قابل کاشت بنا لی گئی ہے

www.kitabmart.in

یا جو قابل کاشت تھیں ان پر زراعت ہو رہی ہے؟ زراعت کا ماحصل غلہ بازار میں آرہا ہے یا ذخیرہ اندوزوں کے گوداموں میں جارہا ہے۔ کاش ماں کے "رحم" میں فیملی پلاننگ کی جھاڑو سے پہلے "بے رحم" ذخیرہ اندوزوں کے گوداموں میں جھاڑو دے لی جاتی۔ فیملی پلاننگ اقرار و اعلان ہے کہ ہم نسل کشی کر سکتے ہیں لیکن اپنی ہوس کو نہیں قتل کر سکتے۔ فیملی پلاننگ نے غذائی مسئلہ کتنا حل کیا ابھی تک اس کی کوئی فرضی داستان بھی سننے میں نہیں آئی۔ البتہ کچھ گھر بے چراغ ہو گئے کیونکہ موجودہ بچوں کو موت لے گئی۔ پیدا ہونے والوں کو ہم نے معدوم کر دیا۔ اور زندگیاں ایسی رات بن گئیں جن کو امید سحر بھی نہیں دوسری طرف حمل کا خوف اگر بدکاریوں کی راہ میں رکاوٹ تھا تو اب فیملی پلاننگ کے سایہ میں سہولتوں میں اضافہ ہو گیا ہے۔ مانع حمل دوائیں اور تدبیریں بھی ابھی تک ایٹمی توانائی کی طرح صرف تعمیر تو نہیں ہو سکی ہیں البتہ تہذیب و شرافت کے کئی "ہیروشیما اور ناگاساکی" تباہ کر چکی ہیں۔ آگے آگے دیکھئے ....

کل کی تہذیب و تمدن سے خالی دنیا کا مذموم ترین فعل صنف نازک (عورت) کے ساتھ بدسلوکی تھا ہم نے اس معاشرہ پر اتنی سخت تنقید کی کہ عورت کے زیورات کو اس کی اسیری و کنیزی کی زندگی کی علامت قرار دیا۔ کنگن کو، ہتھکڑی، ہار کو طوق پازیب کو بیڑی اور کمر کی زنجیر کو لنگر بتایا پچھلی زندگی کی اتنی مہیب جراحی کی کہ آج کی عورت زیور درکنار چوڑی سے بھی نفرت کر رہی ہے۔ ناک کی کیل سہاگ کی نشانی تھی مگر ہماری ریسرچ میں وہ عورت کی تذلیل کا نشان قرار پائی۔ ہم نے اعلان کیا اب عورت کو اس کا اصل اور بلند مقام و رتبہ حاصل ہو گیا۔ مگر اسے کیا کروں کہ میری آنکھ کل

www.kitabmart.in

سے زیادہ عورت کو آج اسیر دیکھ رہی ہے لیکن جس ہتھکڑی۔ بیڑی۔ طوق اور شکنجہ میں اسیر ہے وہ نظر نہیں آتے کیونکہ یہ آرٹ اور کلچر کے بنے ہیں لوہے یا چاندی سونے کے نہیں ہیں۔ کل عورت جانوروں کی طرح خریدی بیچی جاتی تھی مگر آج ایسا ناکارہ مال قرار پائی ہے جس کے دیکھنے چھونے اور ہوس بھر چکھنے والے تو بہت ہیں مگر خریدنے اور گھر لے جانے اور رکھنے والے بہت کم ہیں۔ عزت و رتبہ دینے والے کہاں؟ آج ہر عورت کے دل دماغ میں جب وہ ایک ناتجربہ کار نوخیز لڑکی کا دل و دماغ ہوتا ہے تہذیب و تمدن کے نام پر سنیما۔ ناول۔ افسانے آزاد شاعری۔ ریڈیو کلچر پروگرام۔ ڈانس مشترک تعلیم اور ان گنت چیزوں کے ذریعہ یہ بات ذہن نشین کر دی جاتی ہے کہ کامیاب زندگی بسر کرنے کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ لڑکی عورت بننے سے پہلے ہر مرد کے لئے زیادہ سے زیادہ پُرکشش بن جائے۔ بے حیا ماں باپ لڑکی لڑکوں کے ملاپ کی انجان بن کر کوشش کرتے رہتے ہیں تاکہ دیکھ سکیں کہ نورچشمی کو گھائل کرنے کی کتنی مہارت ہے۔ ہوس کا کوئی اندھا اگر مل جاتا ہے تو پھولے نہیں سماتے اور یہ نہیں سوچتے کہ جس نے آج دوسروں کی طرف سے آنکھ بند کر لی ہے وہ کب تمہاری نورِ نظر سے آنکھ نہ پھیر لے گا۔ جنسی جوش زندگی کو بہا تو سکتے ہیں مگر سفینۂ حیات کے ساحل نہیں بن سکتے۔ پُرکشش بننے کی اندھا دھند تبلیغ نے آج عورت کے قلب و دماغ کو مرد کی نظر کا اسیر کچھ اس طرح کیا ہے کہ مرد سوٹ پہننے جا رہا ہے اور اس کے ساتھ اس کی بیوی یا بہن یا لڑکی یا ماں ہے جس کی ٹانگیں رانوں تک کھلی ہیں سردی میں سر کے محافظ بال ہیں جو تراشے جا چکے ہیں۔ سینہ کھلا ہے۔ پیٹ بے نقاب ہے جذامی تمدن کا زہریلا پیپ ہر عریاں حصۂ بدن کے ذریعے انسانی تہذیب و

www.kitabmart.in

اخلاق کے پیکر میں جذب ہو رہا ہے جسے عقل کے کوڑھی شہ رگ میں دوڑنے والا زندہ اور تازہ خون سمجھ رہے ہیں۔ گھریلو زندگی دراڑیں پڑ چکی ہیں۔ خاندان کی عمارت میں شگاف پڑ گئے ہیں۔ کل نالائق اولاد ماں باپ سے عاجز تھی آج ماں باپ اولاد کے تصور سے گھبرا رہے ہیں۔ سینما دیکھنے کے لئے کمسن اور شیر خوار بچے اکیلے کمروں میں مقفل پڑے محلہ والوں کی نیند خراب کر رہے۔
ماں باپ افسانوی عشق و محبت سے ذکی الحس جنسیت کی خارش کو کھجلا کر اپنے ہی کو نوچ رہے ہیں اور وقتی لذّتِ خارش میں محو ہیں ہوش جب آتا ہے جب زندگی اپنے ہاتھوں لہولہان ہو چکی ہوتی ہے اور سوسائٹی خارشی کتا قرار دے کر اپنے قریب پھٹکنے نہیں دیتی۔ اپنی آگ میں جلنے والے اخلاقی آتشک کے مریض سلگتی زندگی بسر کر رہے ہیں جو جل کر ختم بھی نہیں ہوتی اور دھواں اتنا ہے کہ ایک سانس بھی اچھی نہیں لے سکتے کرداری آتشک کے مریض ماں باپ اخلاقی مبروص اولاد کو جنم دے کر انسانیت کو داغدار کر رہے ہیں دور اور بہت دور موجودہ ترقی کے آسمان سے شیطان انسان کی حالت دیکھ کر قہقہہ لگا رہا ہے۔ گھروں کی حالت بیان ہوئی۔ پڑوسی جھگڑا کر کے پڑوس کا حق ادا کر رہے ہیں طبقاتی جنگ درندوں سے زیادہ بھیانک انداز پر لڑی جا رہی ہے۔ فرقہ واریت کا اژدہا سب کو نگلتا چلا جا رہا ہے۔
پیاسی زمین انسانی لہو پی رہی ہے بھائی بھائی کا گلا اس مسرّت سے کاٹ رہا ہے جیسے کسان کھیتی کاٹتا ہے۔ اندرون ملک وہ خلفشار ہے کہ حکومتیں چوندھیائی جا رہی ہیں۔ بڑی قومیں اسے سینکڑوں بم لئے وقت کی تاک اور گھات میں بیٹھی ہیں جن میں کا ایک بم بھی ساری نسل انسانی کو چشم زدن میں نیست و نابود کر سکتا ہے۔ خوف کا دور دورہ ہے۔ دہشت کا سکہ چل رہا

www.kitabmart.in

ہے۔ خون چوسا جا رہا ہے۔ خون برسایا جا رہا ہے۔ دولت کے قصر میں خون کا گارا ہے۔ سیاست کی کشتی خون میں چل رہی ہے۔ وہ خون جو دل کا سرمایہ تھا انسانیت کا دل خون ہو چکا ہے۔ آدمیت سسک رہی ہے۔ اس کی پیشانی پر موت کا پسینہ ابھر رہا ہے اخلاق کی نبض ڈوب رہی ہے۔ تہذیب کی آنکھیں پتھرا گئی ہیں۔ شرافت کی سانس اکھڑ چکی ہے۔ مادیت انسانیت کی قبر کھودے روحانیت کی لاش دفنانے کے لئے ہاتھ پھیلائے ہے سائنسی ترقی آدمیت کی قبر پر محیر العقول مقبرہ کی تعمیر کے انتظام میں بڑی مسرت کے ساتھ منہمک ہے۔ یہ ہے اس وقت کی دکھی دنیا کا ہلکا سا نقشہ ——— آج بھی اور کل بھی مذہب ریاضی کے واضح حساب کی طرح انسان کو اس کی غلط روش اور خطا کی نشاندہی کر رہا ہے مگر مسیحا کو ملک الموت کہہ کر لوگوں کو اس سے ڈرایا اور دور رکھا جا رہا ہے۔ حساب فہمی کی غیر مرغوب صنف کو مذہب کی بنیاد بتا کر معاشرۂ انسانی کو مذہب سے بے زار بنانے کی تبلیغ زور و شور کے ساتھ جاری ہے۔ حالانکہ اگر زمانہ ذرا دم لے۔ وقت ذرا آنکھ کھولے تو انسان تباہی کے موڑ کو پہچان سکتا ہے۔ تاریخ انسانی کو حساب کے اصول جمع و تفریق میں دیکھئے۔ تو معلوم ہو جائے گا کہ ہم نے کہاں غلطی کی ہے۔ مثال کے لئے پہلے ایک حساب لگائیے۔ ایک شخص نے ایک بہشتی سے ۳۰ مشک پانی ۲ پیسے میں ۳ مشک کے حساب سے لیا اس کے بعد ۳۰ مشک پانی ۳ پیسے میں ۲ مشک کے حساب سے لیا اس نے پہلے موٹا حساب جوڑا کہ ۲ پیسے میں ۳ مشک اور ۳ پیسے میں ۲ مشک یعنی ۵ پیسے میں ۵ مشک کا اوسط پڑا لہذا ۶۰ مشک پانی کے ساٹھ پیسے دینے پر تیار ہو گیا لیکن بہشتی نے الگ الگ حساب لگایا کہ ۲ پیسے میں ۳ مشک کے

www.kitabmart.in

حساب سے ۳۰ مشک پانی کے دام ۲۰ پیسے ہوئے اور ۳ پیسے میں ۲ مشک کے حساب سے ۴۵ پیسے ہوئے ۴۵ ، ۲۰ ، ۶۵ پیسے ہوئے ۔ دونوں کا حساب الگ صحیح معلوم ہو رہا ہے مگر میزان ایک نہیں آتی جس کے معنی ہیں کسی حساب میں کوئی غلطی ہوئی بہشتی کا حساب درست تھا ۶۵ پیسے میزان صحیح تھی ۵ پیسے میں ۵ مشک کا حساب بھی درست تھا لیکن غلطی یہ ہوئی کہ ۵ پیسے میں ۳ مشکیں ۲ پیسے میں ۳ مشک والی شامل تھیں اور ۲ مشکیں ۳ پیسے میں ۲ مشک والی شامل تھیں لہذا ۵ پیسے کو ۱۰ سے ضرب دینا درست تھا کیونکہ اس ضرب میں دونوں طرح کی مشکیں برابر شامل ہو سکتی تھیں یعنی بحساب ۲ پیسے میں تین مشک کو ۱۰ سے ضرب دیا تو ۳۰ مشکوں کا حساب پورا ہو گیا اور ۳ پیسے میں ۲ مشک کو ۱۰ سے ضرب دیا تو ۲۰ مشکوں کا حساب پورا ہو گیا۔ مگر دس مشکیں باقی رہ جاتی ہیں جن کی قیمت ۳ پیسے میں ۲ مشک کے حساب سے ۱۵ پیسے آتی ہے لیکن ہم نے ان کی ۵ پیسے میں ۵ مشک کے حساب سے قیمت ۱۰ پیسے لگائی اس غلطی نے میزان میں ۵ پیسے کا فرق کر دیا۔ اگر میزان ایک ہو جاتی تو دونوں حساب درست ہوتے فرق نے بتلایا ایک حساب غلط ہے ۔ اسی طرح انسان جاہل ۔ غیر متمدن غیر مہذب تھا تو انسان خونخوار تھا ۔ بے چین تھا ۔ آج ہم نے علم پھیلایا ۔ تمدن بنایا ۔ تہذیب قائم کی تو انسان میں بے چینی نہ ہونا چاہئے تھی ۔ آج انسان ظالم اور خونخوار نہ ہوتا مگر ہم دیکھ رہے ہیں کل کا جاہل غیر متمدن غیر مہذب انسان جتنا ظالم ۔ خونخوار اور بے چین تھا آج کا عالم ۔ متمدن مہذب انسان کچھ کل سے زیادہ بے چین ہے ۔ ظلم اور خونخواری میں اضافہ ہو گیا ہے ۔ تو ہم کو سوچنا پڑتا ہے کہ علم ۔ تہذیب ۔ تمدن کے باوجود ہم سے کوئی چیز چھوٹ گئی اور جب تک

www.kitabmart.in

اس چھوٹ جانے والی چیز کو نہ معلوم کرلیں گے اسے نہ حاصل کرلیں گے تب تک ترقی کے باوجود بھی ہم پرسکون و مطمئن نہ ہوں گے ——— وہ چیز مذہب ہے اور صرف مذہب ۔ ہم نے سائنس کے ذریعہ کائنات کی قوتیں معلوم کرلی ہیں ۔ ان پر قبضہ بھی کرلیا ہے مگر ہم یہ نہ معلوم کرسکے کہ ہماری زندگی کا مقصد کیا ہونا چاہیئے ۔ ان قوتوں کا مصرف کیا ہونا چاہیئے ۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ ہم نے دوسروں پر قابو پالیا ہے چاہے وہ سمندر ہو یا پہاڑ ۔ فضا ہو یا زمین کی تہیں ۔ موسم ہو یا بارش غرضکہ انسان کا قبضہ بڑھتا جارہا ہے مگر ہم نے اپنے پر قابو نہیں پایا ہے جس کا نتیجہ ہے کہ سائنس کا استعمال تعمیر کے بجائے تخریب میں ہو رہا ہے ۔ ہم اپنے پر کیسے قابو پائیں یہ ہماری سب سے بڑی بے بسی ہے ۔ یہ کام سائنس سے نہیں ہو سکتا یہ کام صرف مذہب کا ہے ۔ مذہب کا مٹنا لامذہبیت کا رواج انسانی معاشرہ کو سائنسی ترقی کے دور میں زیادہ تیزی سے تباہ کر رہے ہیں اس دکھی دنیا کا علاج صرف مذہب ہے اور سچا مذہب ۔

مریض کیسے اچھا ہو

مندرجہ بالا سطور میں دکھی دنیا کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور اس کے دکھ کا سبب بیان ہوا ۔ صرف مرض کی شہرت سے مریض اچھا نہیں ہوتا بلکہ اسباب کے ماتحت علاج و پرہیز ذریعہ شفا بنتا ہے ۔ آج جب غیر درکنار مسلمان کی نظر میں بھی قرآن اور حدیث کی وقعت علمائے مغرب کے اقوال کے سامنے کم حیثیت و کم رتبہ ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نظریہ ارتقا کے بانی ڈاروِن کے مشہور معاصر ہکسلے کا یہ قول نقل کیا جائے ۔ لامذہبیت کی دنیا

www.kitabmart.in

مٹی کی مٹھائی ہے جس کو دو اندھے بچوں (مادہ اور قوت) نے بنایا ہے"۔

علامہ اختر علی تلہری۔ "مذہبی تصورات" میں اس مقولہ کے بارے میں کیا خوب لکھتے ہیں: "اس حکیمانہ مقولہ کا اس کے سوا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ لا مذہب کی دنیا "عقل غایت اندیش" کی کارفرمائیوں سے محروم ہوتی ہے۔ اس کے ہنگاموں کا کوئی ماحصل نہیں ہوتا۔ اندھے بے شعور بچوں کی بنائی ہوئی دنیا مٹی کا گھروندا ہی تو ہو سکتی ہے۔ جسے ضابطۂ ترتیب اور معنی و غایت سے کوئی تعلق نہ ہو"

دنیا میں جھوٹ۔ فریب۔ حق تلفی۔ قتل۔ ظلم۔ فتنہ۔ فساد جو کچھ ہے اس کی وجہ انسانی فطرت کا ایک خاصہ ہے "زیادہ سے زیادہ لینے کا جذبہ" یہ جذبہ فطری ہے۔ بچے کو جو چیز دینے کے لئے ہاتھ بڑھائے گا وہ لینے کے لئے ہاتھ پھیلا دے گا کیونکہ 'لینا' فطرت سکھا رہی ہے۔ بالغ۔ عاقل توانا اور صاحب اقتدار ہو کر انسان اسی "لینے" کے جذبہ کے ماتحت ساری دنیا صرف اپنے لئے مخصوص کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور جب اس جذبہ و خواہش کی تکمیل۔ سچ۔ عدل۔ حق کے ذریعہ نہیں ہوتی تو جھوٹ۔ سازش۔ مکر۔ قتل۔ ظلم و فساد کے ذرائع اختیار کرتا ہے قیام امن ناممکن ہے جبتک لینے کا جذبہ دینے سے نہ بدل جائے۔ کسی تقریر کی تعریف تو ممکن ہے لیکن اس پر عمل ممکن نہیں۔ الفاظ کی مدح ممکن ہے معنی سے عمل کو ہم آہنگ کرنا بہت دشوار ہے سچ اور عدل کی تعریف اور ظلم و فساد کی مذمت سب کر دیں گے مگر عمل میں سچ کی جگہ جھوٹ اور عدل کی جگہ ظلم ہی نظر آئے گا البتہ ظلم کو عدل اور جھوٹ کو سچ ثابت کر کے ظلم کیا جائے گا اور جھوٹ بولا جائے گا ——— ضرورت ہے کہ فطرت کے اس راز کو ڈھونڈھا جائے

www.kitabmart.in

جو لینے کے جذبہ کو دینے کے جذبہ سے بدل دے اسے بھی بچہ سے سیکھئے مٹی کا کھلونا بچہ کے ہاتھ میں ہو آپ اس سے عمدہ کھلونا دکھا کر کہئے تم اپنا کھلونا دیدو تو میں تم کو یہ اچھا کھلونا دوں گا۔ بچہ فوراً راضی ہو جائے گا۔ معلوم ہوا بہتر پانے کی امید میں کمتر دیدینا فطرت ہے —— اگر دنیا بس یہی دنیا ہے تو کسی عمدہ سے عمدہ نظریہ کے باوجود بھی انسان ظالم رہے گا۔ وہ کیوں دوسروں کی بھلائی کے لئے اپنے فائدہ کو چھوڑ دے اجتماعی مفاد کے لئے انفرادی نقصان کیوں برداشت کرے۔ یہ خیالات ہیں جن کا کوئی تسلی بخش جواب جو عمل میں تبدیلی پیدا کر سکے ممکن نہیں ہے اگر زندگی اس دنیا میں ختم ہے لیکن اگر یقین ہو جائے کہ اس دنیا کے بعد ایک دنیا اور بھی ہے اور یہاں جو کچھ ہے وہ اس دنیا کی ہر چیز کے مقابلہ میں بے حد کمتر ہے اور اس دنیا میں جس خدا نے ہم کو سب کچھ بے مانگے دیا ہے وہ خدا وعدہ کر رہا ہے کہ یہاں کی کمتر چیزیں اگر اس کے کہنے پر اس کے بندوں کو دیدو گے تو وہ خدا آخرت میں اس سے بہتر چیزیں دے گا۔ جبکہ یہ حقیقت بھی سامنے ہے کہ کسی کو نہ دو گے تب بھی موت کے وقت اپنا سب کچھ تم کو چھوڑنا پڑے گا جو دوسرا لے لے گا اور تمہارا کوئی احسان بھی نہ ہوگا۔ تو انسان میں بہتر لینے کا جذبہ کمتر دنیا کو دوسروں کے مفاد میں صرف کر دینے پر آمادہ کرتا ہے۔ اس جذبہ میں تحریک اس وقت اور قوی ہو جاتی ہے جب خدا کے اوصاف سامنے آتے ہیں کہ اس کے لئے فنا نہیں جس سے یہ خطرہ مٹ جاتا ہے کہ جب ملنے کا وقت آئے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا نہ ہو۔ اس کا عالم ہونا یقین دلاتا ہے کہ ہم نے جو کچھ دیا ہے وہ اس کے علم میں ہے اس کے عدل پر بھروسہ ہوتا ہے کہ جتنا دیا ہے اس کا عوض ضرور ملے گا۔ اس کا صادق ہونا ہم سے کہتا ہے کہ جب

www.kitabmart.in

اس نے کم از کم دس گنا دینے کا وعدہ کیا ہے تو وعدہ ضرور پورا کرے گا زیادہ پانے کی امید قوی ہوتی ہے کہ اس نے بعض اعمال پر بے حساب دینے کا وعدہ کیا ہے۔ غرضکہ اوصاف الٰہی صرف عقیدہ نہیں ہیں۔ بلکہ تعمیر سیرت وکردار کا ذریعہ ہیں اور یہی عقائد امن عالم کے اصلی محرک ہیں۔ معلوم ہوا کہ اگر خدا اور قیامت کا یقین پیدا ہو جائے تو ظلم عدل سے، اضطراب سکون سے حرص وہوس۔ صبر وقناعت سے بدل سکتے ہیں۔

نظریہ تجربہ کی کسوٹی پر

چاہے اصول کتنے ہی اچھے ہوں مگر بے کار ہیں جب تک ان کا نفاذ نہ ہو۔ نفاذ کے لئے ضرورت ہوتی ہے کسی نافذ کرنے والے کی چنانچہ اس حیران وپریشان دنیا کو سکون وراحت بخشنے کے لئے آج سے چودہ سو سال قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ اور انھوں نے اسلام کے عملی نقشہ کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ دنیا نے دیکھا خونخوار درندہ صفت عرب اسلام سے قبل دولت۔ بدکاری۔ ظلم۔ اور قتل عام کا حریص تھا۔ باپ دولت بچانے کے لئے اپنے ہاتھوں بیٹی کا گلا دبا کر فخر سے گردن اٹھاتا تھا۔ ایک قبیلہ کا اونٹ دوسرے قبیلہ کے سردار کے حوض میں ایک گھونٹ پانی پی لیتا تھا تو چالیس سال تک انسانی خون برستا رہتا تھا مگر تشفی نہ ہوتی۔ قتل پر سکون نہ تھا قاتل مقتول کا خون پیتا تھا۔ سینہ چاک کرکے دل جگر کچا چباتا تھا۔ آنکھ، ناک، کان، ہاتھ، پیر کاٹ کر ہار بنا کر پہنتا تھا اور خوش ہوتا تھا دیکھنے والے اس کی مدح اور تعظیم کرتے تھے۔

لیکن یہی عرب مسلمان ہو کر انسان بن جاتا ہے۔ اسلام کا تبی اُجڑے تھا جو

www.kitabmart.in

کو مدینہ کے بسے ہوئے انصاری کا بھائی بناتے ہیں تو دولت کا پجاری عرب جو دولت کے لئے بیٹی کو زندہ دفن کرتا تھا آج اتنا بدلا ہوا نظر آتا ہے کہ مالدار انصاری لٹے ہوئے مہاجر کو اپنی آدھی جائداد کی پیش کش کرتا ہے۔ سوچئے اسلام کتنا بڑا انقلاب لایا تھا۔ اسلام نے حکومت کے بجائے انسانی کردار کی تعمیر کی تھی اسلام کا طریقہ کار برائی مٹانے میں برے کو مٹانا نہ تھا بلکہ برے کو اچھا بنا کر برائی مٹائی جا رہی تھی لہذا تلوار کی ضرورت نہ تھی سیرت کی ضرورت تھی اور اسلام یوں انقلاب لا رہا تھا کہ دماغ وہی تھے مگر انداز فکر بدل گیا تھا۔ آنکھیں وہی تھیں مگر انداز نظر بدل گیا تھا۔ زبان وہی تھی مگر گفتار بدل گئی تھی۔ قدم وہی تھے مگر رفتار بدل گئی تھی۔ دل وہی تھے مگر جذبات و محبت و نفرت کے سوتے اور دھارے بدل گئے تھے ایک واقعہ اور سنیئے جس سے اندازہ ہوگا کہ اسلام میں قوم گری کی کتنی عظیم طاقت ہے۔ آدمی کو آدمی بنانا آدمی باقی رکھنا صرف مذہب کا کام ہے بزم نبوت میں ایک قبیلہ کا سردار قیمتی لباس پہنے مودب بیٹھا ہے۔ ایک غریب مسلمان بھی اس کے پہلو میں آکر بیٹھ جاتا ہے۔ دولت مند اپنی عبا کے دامن سمیٹنے کی کوشش کرتا ہے ہادی عالم کی نظر تربیت پڑ جاتی ہے آپ خفگی اور رنج کے ملے جلے لہجہ میں ٹوکتے ہیں تم نے عبا کا دامن کیوں سمیٹا کیا تمھاری دولت اس کے پاس چلی جاتی یا اس کی غربت تم میں چلی آتی۔ سردار قبیلہ مسلمان دست بستہ معافی مانگتا ہے۔ دنیا دیکھے جن کی جھوٹی عزت پر چالیس سال عوام کا خون بہا تھا آج وہ غریب اور عام مسلمان سے بھی معافی مانگ رہا تھا نبیؐ سے معافی مانگنا آسان تھا لیکن اسلام نے انسان کو انسان کے برابر کر دیا تھا سردار مسلمان اپنے سردار نبیؐ سے بھی معافی

www.kitabmart.in

مانگ رہا تھا اور اپنے غریب بھائی سے بھی معذرت خواہ تھا کہ مزاج جاہلیت کی بچی کھچی خو بو نے مجھ سے یہ غلطی کرائی ہے ۔ سردار مسلمان اپنے مزاج کو اتنا جھنجھوڑنا چاہتا ہے کہ آئندہ اس سے غلطی نہ ہو چنانچہ اپنی اس ادنیٰ سی غلطی کے کفارہ کے طور پر اپنی آدھی ملکیت کا تحفہ اپنے غریب بھائی کے سامنے پیش کرتا ہے مگر وہ غربت کا مارا دولت لینے سے انکار کر رہا ہے ۔ حضورؐ کی سفارش بھی درمیان میں آجاتی ہے دینے والا بضد ہے کہ تحفہ قبول کرو ۔ حضورؐ سفارش فرما رہے ہیں مگر غریب جو دولت کا حاجت مند ہے لینے سے مسلسل انکار کر رہا ہے اور اپنے انکار پر معذرت خواہ ہے کہ تحفہ رد کر کے دل نہیں دکھانا چاہتا ہوں مگر مجبور ہوں ۔ آخر کار مجبوری معلوم کی جاتی ہے اور اس کی زبان سے وہ فقرہ نکلتا ہے جو انسانیت کا عنوان بن سکتا ہے ۔ وہ کہتا ہے " دولت لیتے ہوئے ڈرتا ہوں کہیں یہ دولت مجھ میں وہ مزاج نہ پیدا کر دے جس مزاج پر آپ نے ابھی ٹوکا ہے " یہ ایک عام مسلمان کے خیالات ہیں صرف خیالات نہیں بلکہ عمل ہے جسے دولت بھی خرید نہیں سکتی لہٰذا معلوم ہوا کہ آج بھی اس دکھی دنیا کا علاج اسلام ہے اور صرف محمدؐ کا اسلام جس نے کل درندہ عرب کو آدمی بنایا تھا آج وہ خونخوار یورپ اور امریکہ کو آدمی بنا سکتا ہے مگر کائنات کا سب سے عظیم نقصان یہ ہے کہ وہ اسلام آج ۷۳ فرقوں میں بٹا ہوا ہے اسلام دوسروں کے درد کا درماں کیسے بنے جو مسلمانوں کا دردِ سر بنا ہوا ہے ۔ افسوس مسلمان کل کے جاہل عرب اور آج کے خونخوار یورپ و امریکہ کی طرح درندہ صفت ہے اس پر مزید یہ کہ اسلام کی تاریخ میں ایک فرقہ کا اسلام دوسرے فرقہ کے اسلام کے لئے خونخوار درندہ صفت نظر آرہا ہے ۔ لہٰذا آج اگر

www.kitabmart.in

ایسی کوئی کوشش کی جاتی ہے جس سے وہ حقیقی اور اصلی اسلام معلوم ہو سکے جو عالم انسانیت کا نجات دہندہ تھا اور ہے اور اپنے نجات دہندہ ہونے کا کامیاب امتحان عرب کے عہد جاہلیت میں دے چکا ہے تو ایسی کوشش تخفیف اسلحہ کی قابل قدر کوشش سے ہزار گنا زیادہ ممدوح ہے اور فلاح انسانیت کے لئے اس زہریلے عہد میں تریاق کی حیثیت رکھتی ہے ——

مگر یہ اسلام معلوم نہ ہوگا جب تک اسلام کے تمام فرقوں کی چھان پھٹک نہ ہوگی تحقیق مذہب کی اس مفید اور تریاقی کوشش کو جب "رواداری" کی سولی پر پھانسی دی جاتی ہے اور سچے اسلام کو اجاگر کرنے کو جب "فرقہ واریت" پھیلانے کا مذموم الزام دیا جاتا ہے تو سسکتی انسانیت کی آہیں بلند ہوتی ہیں مگر کون دل ہے جو ان آہوں کو سنے۔ آہ انسانیت جو انسانوں کے ہاتھوں زندہ درگور ہے۔ کاش تیرا ہمدرد جلد ظہور کرتا۔

سچّے اسلام کی تحقیق

اسلام آج دو بڑے فرقوں میں بٹا ہوا ہے۔ سُنّی اور شیعہ۔ دونوں فرقوں میں بھی بہت سے فرقے پائے جاتے ہیں شیعوں میں۔ زیدی۔ آغاخانی۔ بوہرہ اور اثنا عشری۔ اسی طرح سنّی فرقہ کی بہت سی شاخیں ہیں۔ اشعری۔ معتزلہ صوفی۔ وہابی۔ حنفی وغیرہ لیکن شیعہ سنّی کے درمیان حد فاصل اور بنیادی اختلاف ایک بات کا ہے "آنحضرتؐ کے بعد کون؟" سنّی نبوت کے بعد حکومت کے قائل ہیں۔ شیعہ نبوت کے بعد امامت کے قائل ہیں۔ سنّی حضورؐ کے بعد ابوبکر کو خلیفہ مانتے ہیں اُن کے بعد سلسلہ خلافت مدینہ سے چل کر ترکی میں ختم ہو جاتا ہے۔ شیعہ آنحضرتؐ کے بعد حضرت علیؑ کو امام اوّل اور خلیفہ اوّل تسلیم

www.kitabmart.in

کرتے ہیں اور بارہ اماموں تک یہ سلسلہ چلتا ہے جو آج بھی ختم نہیں ہوا بلکہ بارھویں امام زندہ ہیں اور قیامت آنے تک زندہ رہیں گے سنّی فرقہ کا اب کوئی نقطہ مرکزی نہیں رہا مگر شیعہ فرقہ کا مرکز اب بھی قائم ہے۔ اسی ایک بات کے ارد گرد دونوں فرقوں کا دین گردش کرتا ہے۔ خلافت بمعنی حکومت نبوت والوہیت کو بھی اپنا جیسا جب ڈھال لیتی ہے۔ نبی امت جیسے ہو جاتے ہیں۔ خدا انسان جیسا سوچا جاتا ہے اور خلافت بمعنی امامت۔ امت سے امام کو بلند اور امامت سے نبوت کو بلند اور الوہیت کے سامنے نبوت کو سجدہ ریز بناتی ہے پھر اخلاقی بلندیوں کی طرف بڑھنے اور چڑھنے کا نام اتباع مذہب قرار پاتا ہے۔ غرضکہ سنّی مذہب میں بشری کمزوریوں کو ہموار کرنے کے لئے نبوت اور الوہیت کو بھی بشریت کی طرف ڈھالو بنایا جاتا ہے۔ اور شیعہ مذہب میں الوہیت کی بلندی سے نبوت کا سلسلہ قائم ہوتا ہے اور بلند نبوت سے امامت ہم رشتہ کی جاتی ہے۔ اور ماننے والوں کو انسانی کردار کی بلندیوں کی معراج پر جانے کی دعوت دی جاتی ہے۔

کھلے دماغ اور جذبات سے آزاد دل کے لئے اتنا ہی کافی ہے مگر سچے اسلام پر جو ۱۴ سو سال کی تاریخ اسلام نے ملوکیت بنام خلافت الہیہ کا ملبہ ڈھیر کیا ہے۔ اس ڈھیر کو ہٹانے اور سچے اسلام محمدی کو نظروں کے سامنے لانے کے لئے ضرورت ہے کہ اصلی اسلام کے اثار قدیمہ کے لئے تحقیق کی گہری کھدائی کی جائے اسی کوشش کا ایک حصہ زیر نظر کتاب ہے۔ حلب کے دو ممتاز سنّی علما جناب شیخ احمد امین انطاکی اور ان کے سگے بھائی شیخ محمد مرعی انطاکی اثار اسلام کی اس تحقیقی کھدائی میں کامیاب ہوئے ہیں۔ دونوں نے اپنی محنت وکاوش کا ثمرہ پایا ہے لیکن بخل سے کام لینے کے بجائے انھوں نے

www.kitabmart.in

اپنی محنت کو دو کتابوں میں لکھ کر دوسروں کے ہاتھوں میں دیدی ہے تاکہ ہر شخص فائدہ اٹھائے۔ بڑے بھائی جو حلب کی یونیورسٹی جامعہ ذکریا کے استاد ہیں ان کی کتاب "فی طریقی الی لتشیع" کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے دوسرے بھائی جو عالم۔ مدرس۔ خطیب اور پیش نماز تھے ان کی کتاب کا ترجمہ بھی ناظرین کے سامنے انشاء اللہ بوقت صحت وفرصت پیش ہوگا ——— علامہ احمد امین انطاکی کی کتاب میں واقعات زیادہ ہیں اور مذہبی تحقیق کی بحث کم تھی لہذا مناسب معلوم ہوا کہ سچے اسلام یعنی اثنا عشری مذہب کی حقانیت کے لئے یہاں کچھ لکھا جائے۔

شیعہ اثنا عشری یعنی سچا اسلام

مذہب شیعہ اثنا عشری جو بارہ اماموں کا عقیدہ رکھتا ہے۔ اس کی حقانیت کے لئے یہاں ۱۲ دلیلیں پیش کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے۔ ورنہ دلائل کی تعداد اتنی ہے کہ نہ سب لکھی جا سکتی ہیں اور نہ سب پڑھی جا سکتی ہیں اگر واقعی کوئی ناواقفیت کی نیند میں ہے تو یہ بارہ چھینٹے اسے بیدار بھی کردیں گے اور اس کے قلب و دماغ میں دین حق کی زراعت کو بارآور بھی کردیں گے لیکن جو جاگ رہا ہے مگر مصلحت و خود غرضی و تعصب نے اسے سوتا بننے پر آمادہ کیا ہے اسے تو صور قیامت بھی صحیح مذہب تک نہ لا سکے گا چہ جائیکہ یہ نرم و نازک کلام سچ ہے

کہاں پھول کی پتی اور کہاں پتھر کا جگر

بزم تحقیق میں بارہ نورانی شمعیں روشن کی جا رہی ہیں جبکہ صدر محفل خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں شب کور۔ و روز کور آنکھوں کی خیرگی سے

www.kitabmart.in

معذرت کے ساتھ کھلی آنکھوں کے لئے خزانہ نور پیش کیا جارہا ہے
وماتوفیقی الا باللہ۔

سمجھنے کی بات

آج اصول، عقائد، اعمال اور فروع غرض ہر چیز میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ خدا کو سب مانتے ہیں مگر خدا کے اوصاف میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ آنحضرتؐ اور انبیاء ماسبق کو مان کر بھی مسلمان معنی نبوت۔ معیار نبوت۔ کردار نبوت میں اختلافات رکھتے ہیں۔ قرآن کو بے معنی و بے ترجمہ سب مانتے ہیں مگر معنی و مطلب میں ہر ایک الگ الگ اپنا ترجمہ کرتا ہے اور اپنی تفسیر بیان کرتا ہے۔ نماز کو سب مانتے ہیں مگر سب کی نمازوں کی شکل و طریقے جدا ہیں۔ وضو کا طریقہ بھی ایک نہیں۔ روزہ رکھنے والے بھی روزہ کھولنے میں اپنے اپنے وقت کے پابند ہیں۔ کسی کا روزہ پہلے کھلتا ہے کسی کا بعد میں حج میں سب جمع ہوتے ہیں مگر احکام حج ایک نہیں۔ لہذا سوچنے والی بات یہ ہے کہ تمام اختلافات کے بعد سب مسلمان اس اسلام کو نہیں مانتے ہیں جس اسلام کو حضورؐ نے پیش کیا تھا۔ ہر فرقہ کا طرز عمل سیرت رسولؐ کے مطابق نہیں ہو سکتا۔ حضورؐ اگر وضو میں مسح کرتے تھے تو پیر نہ دھوتے ہوں گے۔ ہاتھ کہنی سے انگلیوں کی طرف دھوتے تھے تو الٹے ہاتھ نہ دھوتے ہوں گے۔ روزہ اگر اہلسنّت کے وقت پر کھولتے تھے تو شیعوں کا وقت زیادہ ہے اور اگر شیعوں کا وقت آپ کے وقت کے مطابق ہے تو سنّی وقت سے پہلے روزہ کھول ڈالتے ہیں۔ اگر آپ کی نظر میں نبی گناہ صغیرہ و کبیرہ۔ خطا۔ سہو۔ نسیان سے پاک اور بلند مرتبہ ہوتا ہے تو سنیوں کا عقیدہ

www.kitabmart.in

نبوت فاسد ہے ورنہ شیعہ نبی کو اس کی حیثیت سے زیادہ بلند مان رہے ہیں ۔ اگر خدا کے لئے ظلم جائز ہے تو سنّی ٹھیک کہتے ہیں اور شیعہ خدا کو ہر عیب سے بلند مان کر اپنے عقیدہ کو بے سبب اونچا کر رہے ہیں اور اگر خدا ہر عیب سے پاک ہے تو خدا پر الزام ظلم لگا کر سنی خدا پر ظلم اور اپنے لئے خطرہ مول لے رہے ہیں ۔ غرضکہ اختلاف کے ہوتے ہوئے ہر فرقہ درست اور سچے اسلام پر نہیں ہو سکتا ہے شیعہ سچے ہیں تو سنی مذہب باطل ہے ۔ سنی مذہب حق ہے تو شیعہ مذہب غلط دونوں کسی طرح صحیح اور سچے نہیں ہو سکتے ۔ البتہ یہ ممکن تھا کہ اختلافات کے ہاتھوں آج کے تمام فرقے غلط ہوتے سب کو کسی نہ کسی اختلاف نے اسلام محمدی سے ہٹا دیا ہوتا ۔ جس کے معنی یہ ہوتے کہ آنحضرتؐ نے جو کوشش کی تھی بلکہ خدا نے آنحضرت کے ذریعہ جو کوشش کی تھی وہ ناکامیاب ہو کر ختم ہو چکی اور آج شیطان بلا مقابلہ کامیاب ہے ۔ لیکن حقیقت اس کے خلاف ہے ۔ اسلام اختلافات ہیں ضرور مبتلا ہوا لیکن ان اختلافات کے باوجود اصل اسلام پر کوئی نہ کوئی فرقہ باقی ہے اور سچے اسلام کے مطابق ایک فرقہ کا ہونا اس لئے ضروری ہے کہ خدا نے نبوت ختم کر دی ۔ اب کوئی نبی سچا مذہب پیش کرنے کے لیے نہیں آنے والا ہے ۔ لہذا اگر حضور کے بعد سچا اسلام بالکل مٹ جانے والا ہوتا تو خدا سلسلہ نبوت کیسے ختم کر سکتا تھا ۔ خدا اسلام کو پیش آنے والے واقعات سے باخبر تھا ۔ اس نے انتظام کیا کہ اصلی اسلام باقی رہے ۔ اور میرکاروان ہدایت جناب ختم المرسلین کو ان واقعات کی اطلاع دی اور آپ کے ذریعہ سچے مذہب کے استحکام و بقا کا انتظام کیا ۔ چنانچہ آپ نے امت کو خبردار کیا کہ میرے بعد تم میں فتنہ پیدا ہوں گے اور فتنوں کی خبر اس کثرت سے

www.kitabmart.in

دی کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ایک پورا باب ہے "کتاب الفتن" کاش امت آپ کی ان پیشین گوئیوں سے سبق لیتی اور اپنے کو اختلافات سے بچانے کی کوشش کرتی تو آج اسلام کا یہ حال نہ ہوتا۔ آپ نے پیدا ہونے والے فتنوں کی خبر اس کثرت سے دی تھی کہ ملا علی متقی نے کنز العمال کی جلد ۶ میں بذیل کتاب الفتن ص۲۷ سے ص۹۲ تک حدیث ۲۴۱ سے ۱۱۹۰ تک نوسو پچاس حدیثیں جمع کی ہیں جس میں سے حدیث ۷۷۷ اختلافات کے پیداوار کے سبب کی تشریح کرتی ہے۔ ان بعدی ائمۃ اطعتموھم اکفروکم وان عصیتموھم قتلوکم ائمۃ ورؤس الضلالہ۔ میرے بعد کچھ امام ہوں گے ان کو مانوں گے تو تم کو کافر بنادیں گے نہ مانو گے تو قتل کردیں گے یہ کفر کے امام اور گمراہی کے سردار ہوں گے۔

یہ حدیث تاریخ اسلام کے خلفا پر حرف بحرف صادق آرہی ہے۔

کاش اسلام نے ان خلفا کے بجائے ائمہ اہلبیتؑ کو اپنا امام بنایا ہوتا ـــــ

ان فتنوں کے ساتھ حضورؐ نے یہ خبر بھی دی تھی کہ ایک فرقہ گمراہ نہ ہوگا وہ جنّتی ہوگا باقی تمام فرقے دوزخ میں جائیں گے۔ ملاحظہ ہو ملل ونحل شہرستانی حصہ اول ص۵ مطبوعہ ادبیہ مصر

"کہ میرے بعد میری امت میں ۷۳ فرقہ ہوں گے جو سب دوزخ میں جائیں گے صرف ایک فرقہ دوزخ سے بچے گا جو جنّت میں جائے گا۔"

ضرورت ہے کہ ہم اس فرقہ کو حضورؐ کے ارشادات کے ذریعہ معلوم کریں۔ اسی فرقہ کو معلوم کرنے کے لئے یہاں بارہ دلیلیں لکھی جارہی ہیں۔

www.kitabmart.in

(١) عہد رسالت میں کون فرقہ موجود تھا

عہد پیغمبر میں بھی اسلام ایک نہ تھا ورنہ سورہ مومن اور سورہ منافقون دوسورے نہ نازل ہوتے، منافق گمراہ اور مومن حضورؐ کے ماننے والے تھے۔ آج اگر معلوم کرنا ہے کہ شیعہ وسنّی کونسا فرقہ جنّتی اور سچّا ہے تو ہم کو معلوم کرنا ہوگا کہ عہد پیغمبرؐ میں کونسا فرقہ مومن تھا۔ جو فرقہ آپ کے عہد میں تھا وہ حق پر ہے خصوصاً جبکہ اس فرقہ کے جنّتی ہونے کے بارے میں حضورؐ نے گواہی بھی دی ہو۔

تفسیر درمنثور جلال الدین سیوطی جلد ٦ صـ ٣٧٩ مطبوعہ میمینہ مصر بذیل آیہ ھم خیر البریہ پارہ نمبر ٣٠ سورہ ۔ لم یکن الذین کفروا۔

عن جابر بن عبد اللہ قال کنا عند النبی فاقبل علیؑ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد اتاکم اخی ثم التفت الی الکعبہ فضربھا بیدہ ثم قال والذی نفسی بیدہ انا وھذا وشیعتہ ھم الفائزون یوم القیامۃ۔

> جابر کہتے ہیں ہم لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت علیؑ تشریف لائے آنحضرتؐ نے فرمایا میرا بھائی آیا پھر کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور دیوار کعبہ پر ہاتھ مار کر فرمایا خدا کی قسم میں اور یہ علیؑ اور ان کے شیعہ ہی قیامت کے دن کامیاب ہوں گے۔"

کیا اس واضح حدیث کے بعد بھی کسی کو شیعہ علیؑ کے جنّتی فرقہ ہونے میں شبہ ہوسکتا ہے۔ اور اس حدیث سے زیادہ کس واضح دلیل کی ضرورت ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں شیعہ موجود تھے۔ اگر نہ تھے تو جب صرف حضورؐ اور

www.kitabmart.in

حضرت علیؑ اور ان کے شیعہ ہی جنّتی ہیں تو عہد پیغمبرؐ میں نبیؐ اور علیؑ کے علاوہ کیا کوئی شخص جنّتی نہ تھا؟ تھے اور صرف مومن تھے جو شیعہ علیؑ تھے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی بن ابی طالب لا یحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق۔

حضرت علیؑ کے لئے حضورؐ نے فرمایا اے علیؑ تم سے صرف مومن محبت کرے گا اور تمھارا دشمن صرف منافق ہوگا۔ ترمذی صفحہ ۵۳۳، اصابہ صفحہ ۵۰۹ جلد ۲، مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۶۳ طبع لکھنؤ ۱۳۱۹ھ

معلوم ہوا کہ عہد پیغمبرؐ میں مسلمان دو طرح کے تھے مومن اور منافق اور دونوں کی تقسیم اس طرح تھی علیؑ کا دوست مومن۔ علیؑ کا دشمن منافق۔ اور حضورؐ نے علیؑ کے دوست کو شیعہ اور جنّتی وکامیاب قرار دیا ہے بات واضح ہے مگر مزید تسکین وتشریح کے لئے یہ بھی جان لینا مناسب ہوگا کہ اہل سنّت وجماعت نام کوئی فرقہ زمانہ پیغمبرؐ میں نہ تھا بلکہ آپ کے عہد میں صرف دو طرح کے مسلمان تھے مومن ومنافق مومن علیؑ کے شیعہ اور منافق علیؑ کے دشمن اور ان دشمنوں ہی کی وجہ سے جناب امیرؑ کو ۲۵ سال تک خلافت نہ مل سکی جب ملی بھی تو ان دشمنوں نے جمل۔ صفین اور نہروان میں آپ کے خلاف مسلح بغاوت کی۔ دشمنی کا یہ سلسلہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت علیؑ شہید ہوئے اور دشمنوں کی کثرت نے امام حسن علیہ السلام سے خلافت لے لی۔ جب علیؑ کے دشمنوں کو خلافت علیؑ واولاد علیؑ کے خاتمہ کا یقین واطمینان ہوا تو انھوں نے اپنی کامیابی کے سنہ کا نام سنہ جماعت رکھا تاریخ خمیس ج ۲ صفحہ ۳۲۵ ذیل خلافت معویہ۔ تاریخ الخلفا صفحہ ۱۳۶ حالات معویہ مطبوعہ قیومی کانپور استیعاب ترجمہ معویہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۲ حرف میم) عترت کے مقابلہ میں سنّت کا نام بلند کیا گیا

www.kitabmart.in

کتب شیعہ وسنّی دونوں نے لکھا ہے کہ

"غدیر خم میں جب حضورؐ نے حضرت علیؑ کے لئے فرمایا جس کا میں مولیٰ ہوں علیؑ بھی اس کے مولیٰ ہیں تو یہ آیت اتری الیوم اکملت الخ

حضرات اہل سنّت والجماعت کے معتبر موثق، عظیم ترین اور قدیم مورخ یعقوبی کی تاریخ ابن واضح جلد ۲ صفحہ ۳۲ ذیل مانزل من القرآن بالمدینة ملاحظہ ہو۔

پس ثابت ہوا کہ جو مسلمان حضرت علی علیہ السلام کو خلیفہ بلافصل (جس کا اعلان غدیر میں پیغمبرؐ نے فرمایا تھا) کو مانے گا اس مسلمان کا دین کامل۔ اسلام مقبول ہوگا اور اس پر نعمتوں کی بارش ہوگی۔

(۷) حکومت علیؑ کا حق ہے!

واقعہ غدیر کے متعلق لکھا جا چکا کہ آیہ بلغ کے نزول پر حضرت نے جناب امیرؑ کے لئے 'من کنت مولاہ فعلی مولاہ' فرمایا اور اس فرمان کے بعد آیہ اکملت اتری۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ ذہن 'من کنت مولاہ فعلی مولاہ' کے معنی کے بارے میں صاف رہیں کیونکہ لفظ مولیٰ کے بہت سے معنی ہیں اور ہر معنی کا مراد لیا جانا ممکن ہے شیعہ کہتے ہیں کہ جس طرح نبی روحانی پیشوا ہونے کے علاوہ دنیا میں بھی مسلمانوں کے حاکم اور سربراہ تھے اس طرح آپ کے بعد علیؑ مسلمانوں کے روحانی پیشوا اور حاکم ہیں اور پیغام غدیر میں حضورؐ نے حضرت علیؑ کے اسی حق حکومت کا اعلان فرمایا تھا۔ اگر شیعوں کی یہ بات سچی ہو تو خلافت ابوبکر و عمر وغیرہ باطل ہے اور ان خلافتوں کا ماننے والا سنّی مذہب بھی باطل ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ لفظ مولیٰ کے معنی معلوم ہوں۔ تمام

www.kitabmart.in

شیعہ فرقہ کے علاوہ کوئی دوسرا اسلامی فرقہ ہے جو اپنے لیے یہ دعویٰ بھی کر سکے کہ ہم قرآن و اہلبیت علیہم السلام کے ماننے والے ہیں اور ان کے علاوہ کسی کو نہیں مانتے۔

(۳) اسلام میں کھلی گمراہی کا آغاز!

زمانہ گذشتہ کا مصلح اور زمانہ آئندہ کا ہادی جب بستر علالت پر موت کی طرف بڑھ رہا تھا تو آپ کو ہدایت کے مستقبل کو اندھیرے سے بچانے اور تابان رکھنے کی فکر تھی ہادی عالم کو اس سے بڑی کوئی دوسری فکر نہ تھی اور نہ ہو سکتی تھی۔ خصوصاً جب آپ کے علم میں تھا کہ اسلام میں کثرت سے گمراہ فرقہ پیدا ہوں گے۔ یہی اسباب تھے جو علالت میں آپ کو بیکل کئے تھے اور یہی وہ فکر تھی جس نے آپ کو ہر فکر سے دامن کش بنا دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے انتقال سے ۴ دن پہلے یعنی زندگی کی آخری جمعرات کے دن اصحاب کے سامنے فرمایا۔

"سامان کتابت لاؤ تا کہ میں ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو"

مگر بجائے پیغمبر کی اس خواہش کے استقبال کرنے اور خوش آمدید کہنے کے اصحاب نے مخالفت کی اور مخالفت میں سب سے آگے حضرت عمر تھے۔ جنھوں نے حضورؐ کے ذہن کو بیماری سے متاثر اور آپ کی خواہش تحریر ہدایت کو ہذیان قرار دیا۔ مجمع کے شور و غوغا سے تنگ آ کر حضورؐ نے سب کو اپنے پاس سے اٹھا دیا۔ یہ واقعہ اتنا دردناک اور دلدوز تھا کہ جناب ابن عباس جو صحابی پیغمبرؐ اور رشتہ دار پیغمبرؐ ہیں۔ جن کی احادیث سے کتب صحاح و احادیث و تفاسیر بھری

www.kitabmart.in

پڑی ہیں کثرت علم کے باعث آپ کا لقب "حبر امت" تھا۔ آپ جب کبھی بھی زندگی میں اس واقعہ کو یاد کرتے تھے تو اتنا روتے تھے کہ زمین تر ہو جاتی تھی۔
کیا کوئی دیانت دار مسلمان پیغمبرؐ کی خواہش ہدایت کی مخالفت کی کوئی معقول وجہ بتا سکتا ہے۔ اگر یہ تحریر لکھ جاتی اور مسلمان اس پر عمل کرتے تو آج صرف اسلام ہوتا۔ اختلافات نے اسلام اور مسلمان کو آج تک جتنی زحمتوں اور مصیبتوں میں ڈالا ہے اور کل قیامت تک جتنی تکلیفیں پیدا ہوں گی۔ ان سب کے ذمہ دار حضرت عمر اور ان کے ساتھی ہیں جنھوں نے حضورؐ کی مخالفت کی اور اتنی تند و تیز مخالفت جو حدود تہذیب و ایمان سے گذر گئی۔ سوچئے مسلمان اور ترجمان وحی نبیؐ کی بات کو ہذیان کہے اور آج بھی مسلمان۔ کہنے والے کو نہ صرف مسلمان مانیں بلکہ اپنا آخروی سردار تسلیم کریں ———
نبیؐ کیا لکھتے اگر یہ بات معلوم نہ ہوتی تو مخالفت نہ ہوتی۔ اور مخالفت سے پتہ چلتا ہے نبیؐ جو کچھ لکھنے والے تھے وہ مخالفت کرنے والے کے مفاد کیلئے نہ صرف مضر تھا بلکہ حضرت عمر کے مفاد مستقبل کو معدوم کرنے کا یقینی و قطعی سبب تھا ورنہ حدود ایمان سے گذری ہوئی مخالفت دعویٰ اسلام کے ساتھ کوئی مسلمان اور وہ بھی مسلمانوں کے مجمع میں نہ کرتا۔ مگر وقت وہ آگیا تھا کہ حضرت عمر کی خاموشی اُن کی حکومت حاصل کرنے کی خواہش اور اس خواہش کے مفاد و مستقبل کی موت کے مترادف تھی۔ نبیؐ کیا لکھنے والے تھے اور کیسے لکھنے سے پہلے حضرت عمر کو معلوم ہوگیا کہ یہ تحریر ان کو حکومت نہ بنانے دے گی۔ اس کے سمجھنے میں آج بھی کوئی دقت نہیں ہے۔ حضرت نے تحریر کے لئے وضاحت کی تھی کہ یہ تحریر وہ ہوگی جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوسکو گے۔ اسی فقرہ نے بتلا دیا کہ حضورؐ کیا لکھنے والے ہیں کیونکہ آپ برابر

www.kitabmart.in

فرماتے رہے تھے کہ قرآن اور اہلبیتؑ سے وابستہ رہنے والا گمراہ نہ ہوگا۔' گمراہ نہ ہوگا کے فقرہ کے اتحاد نے حضرت عمر کو قبل تحریر مفہوم تحریر بتلا دیا اسی لئے آپ نے قرآن کی حمایت اور اہل بیتؑ کی مخالفت کی۔ حالانکہ پیغمبرؐ دونوں کو ایک دوسرے کا ساتھی بتا رہے تھے جن میں جدائی ممکن نہیں ـــــ حضرت عمر مخالفت میں اپنی جماعت کے سہارے کامیاب ہوئے جو ظاہر ہے مومن کی جماعت نہیں ہوسکتی تھی۔ نہ صرف مخالفت میں کامیاب ہوئے بلکہ وفات پیغمبرؐ کے بعد خلافت ساز بھی ہوئے۔ نہ صرف خلافت ساز ہوئے بلکہ خلافت یعنی ملوکیت کے نظریہ ساز بھی ہوئے اور آپ نے پورے نبوتی اسلام کو ملوکیتی اسلام کے سانچہ میں اپنے نظریات کے ذریعہ ڈھال لیا آج مسلمان اسی سانچہ سے اپنے کو نہیں نکال پاتا ہے جس کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں میں گمراہ فرقوں کی پیداوار آج بھی جاری ہے اگر یہ مخالفت نہ ہوتی تو اسلام ایک ہوتا جو آل محمدؐ کا اسلام ہوتا مگر اختلافات کے باوجود بھی آج یہ حقیقت واقعات مذکورہ بالا کی روشنی میں واضح ہے کہ گمراہی سے پاک اسلام اور جنّت میں جانے والا فرقہ صرف ایک ہے شیعہ یعنی آل محمدؐ کے مذہب کے پیرو۔

مذکورہ بالا واقعات کے لئے حسب ذیل کتابیں ملاحظہ ہوں جو اہلسنّت کی معتبر ترین کتابیں ہیں۔

(۱) مشکواۃ۔ باب وفات النبی۔ فصل ثالث صنہ ۵۴ مطبوعہ گلزار محمدی لاہور ۱۳۱۳ھ۔

(۲) صحیح بخاری باب مرض النبی جلد ۳ صہ ۵۸ مطبوعہ میمینہ مصر۔

(۳) مسند احمد ابن حنبل۔ باب مسند ابن عباس جلد ۱ صہ ۲۲۲

(۴) نسیم الریاض جلد ۴ صہ ۲۷۸

www.kitabmart.in

(۵) ملل ونحل شہرستانی جلد ۱ ص ۱۹ مطبوعہ ادبیہ مصر ۱۳۱۷ھ

(۴) گمراہی سے بچنے کا واحد راستہ!

حضورؐ کی مخالفت میں حضرت عمر نے اہلبیتؑ کی مخالفت کی تھی اور قرآن کی حمایت کی تھی جس سے آج تک یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ اہلبیتؑ کو چھوڑنے والا گمراہ نہیں ہوسکتا مگر حضورؐ نے اپنی مشہور حدیث میں وضاحت کردی تھی کہ اہلبیتؑ کو چھوڑنے والا چاہے وہ کسی سے بھی اپنے کو وابستہ رکھے گمراہ اور ہلاک ہوگا۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔

"میرے اہل بیت کی مثال جناب نوح کی کشتی کی مثال ہے جو شخص اہلبیتؑ کی کشتی میں آجائے گا اس کی نجات ہوگی۔ جو اس کو چھوڑے گا وہ غرق وہلاک ہوگا۔" ملاحظہ ہو صواعق محرقہ ص ۱۱۱ باب حادی عشر ینابیع المودۃ ص ۲۰۳ باب ۵۶۔

اس حدیث کے معنی ومطالب پر معمولی غور بھی ہر مسلمان کو سچے اسلام کی طرف رہبری کرنے کے لئے کافی ہے۔ حضورؐ نے اپنے اہلبیتؑ کو کشتی جناب نوحؑ سے تشبیہ دے کر اس حقیقت کو بیان فرمادیا تھا کہ جس طرح طوفان سے صرف وہی لوگ بچے جو کشتی میں تھے اور جو کشتی میں نہ تھا وہ ڈوبا اور ہلاک ہوا اسی طرح طوفان عذاب سے صرف وہی شخص بچے گا جو کشتی اہلبیتؑ میں ہوگا اور جو بھی چھوڑ دے گا وہ ہلاک ہوگا۔ بات صاف تھی مگر علم غیب کے مالک پیغمبرؐ کے پیش نظر وہ تاویلیں اور بحثیں تھیں جن کو مسلمان پیش کرکے حدیث کو اس کے مفہوم سے الگ کرتے لہذا آپ نے صاف بیان کی اس آخری حد تک وضاحت کی کہ اب یہ کہنا تو ممکن ہوسکتا ہے چاہے وہ کتنا بڑا جھوٹ

www.kitabmart.in

کیوں نہ ہو کہ یہ حدیث حضورؐ کی نہیں ہے لیکن یہ کہنا ناممکن ہے کہ اس حدیث کے بعد سوائے اہل بیتؑ کے مذہب کے کوئی دوسرا مذہب نجات کا ذریعہ نہیں بن سکتا ہے چنانچہ آپ نے مثال وتشبیہ کے بعد تشبیہ کے نتیجہ کی وضاحت فرمائی کہ جو سفینہ اہلبیتؑ میں ہوگا وہ نجات پائے گا مگر بات ختم نہ کی بلکہ منفی پہلو بھی بتلایا کہ جو چھوڑ دے گا وہ غرق و ہلاک ہوگا کیونکہ مثبت پہلو تک کہنا ممکن تھا بیشک اہل بیتؑ ذریعہ نجات ہیں مگر قرآن بھی ذریعہ نجات ہے۔ صرف عقیدہ نبوت وتوحید بھی ذریعہ نجات ہے وغیرہ وغیرہ مگر منفی پہلو کے بعد اب حدیث کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ''اہلبیتؑ بھی ذریعہ نجات ہیں'' بلکہ اس کے معنی ہیں ''اہلبیتؑ ہی ذریعہ نجات ہیں۔'' ''جو اہلبیتؑ کو چھوڑ دے گا وہ ہلاک ہوگا'' کے فقرہ میں کوئی قید نہیں ہے بلکہ ذکر اس کا ہے جو چھوڑ دے چاہے وہ نمازی ہو۔ حاجی ہو۔ حافظ ہو۔ قریشی ہو۔ غیر قریشی ہو۔ مہاجر ہو۔ انصار ہوں۔ ازواج ہوں۔ مجاہد ہوں۔ صحابی ہوں۔ خلفاء و بادشاہ ہوں یا عوام اور رعیت۔ اہلبیتؑ کو چھوڑنے والا کسی ذریعہ نجات کو نہیں حاصل کر سکتا ہے۔ کیونکہ جب طوفان نوحؑ آیا تو ہدایت کا تمام ذخیرہ یعنی خود جناب نوحؑ عام مومنین مذہب الہی وغیرہ سب کچھ سفینہ کے اندر تھا اور صرف سفینہ میں آنے والے ہی کو سب چیزیں مل سکتی تھیں۔ جو سفینہ چھوڑے وہ صرف سفینہ نہیں چھوڑتا تھا بلکہ اس سے مومنین۔ مذہب الہی جناب نوحؑ غرضکہ ہدایت کی ہر چیز چھوٹ جاتی تھی۔ اسی طرح جو دامن اہل بیت علیہم السلام چھوڑے گا وہ صرف اہل بیت علیہم السلام کو نہ چھوڑے گا بلکہ اس سے نبیؐ۔ قرآن۔ سچا اسلام سب کچھ چھوٹ جائے گا۔ اور جو ان کو مان لے گا اسے سب کچھ مل جائے گا۔ رحمت الہی

www.kitabmart.in

منتظر ہے اب کام طالب رحمت کا ہے کہ وہ در رحمت پر آئے۔

(۵) حق و باطل کی حد فاصل!

حضورؐ نے افتراق امت کی خبر جس حدیث میں دی تھی کہ "میرے بعد میری امت میں ۷۳ فرقہ ہوں گے جن میں ایک جنت میں جائے گا اور باقی سب دوزخ میں جائیں گے" اس حدیث کا حوالہ نقل کیا جا چکا ہے۔ اس حدیث میں قابل غور بات یہ ہے کہ آپ نے "امت" کے گمراہ فرقوں کو دوزخی بتایا ہے۔ اگر ہم معنی امت معلوم کر لیں تو حدیث کا مفہوم واضح ہو جائے۔ اس بات آسان ہے مثالوں سے معلوم کر لیجئے۔ جو شخص خدا کا منکر ہے اسے کوئی مسلمان امت پیغمبرؐ میں شامل نہیں مانے گا۔ دوسرا شخص جو خدا کا اقرار مگر حضورؐ کی نبوت کا منکر ہو وہ بھی امت سے خارج ہے۔ خدا و رسولؐ کو ماننے والا مگر قرآن کو کتاب الٰہی نہ ماننے والا امت سے باہر ہے۔ خدا و رسولؐ و قرآن و قبلہ کو مانے مگر کعبہ کو قبلہ نہ ماننے والا بھی امت میں شمار نہیں ہوتا۔ خدا و رسولؐ و قرآن و قبلہ کو مان کر اگر کوئی نماز یا روزہ یا حج کو مثلاً مہمل اور لغو کہتا ہے تو وہ بھی خارجی ہے کیونکہ کسی حکم خدا و رسولؐ کو مہمل و لغو کہنے والا حکم دینے والے خدا اور حکم لانے والے رسولؐ پر معاذاللہ مہمل و لغو ہونے کا الزام لگاتا ہے ان مثالوں کی روشنی میں معلوم کیجئے کہ امت کے معنی کیا ہوئے تو نتیجہ یہی نکلے گا کہ جو شخص خدا و رسولؐ و قرآن و قبلہ و نماز و روزہ و حج وغیرہ کا ماننے والا ہو گا وہ امت میں شامل اور شمار ہو گا۔ اور حضورؐ نے امت کے ۷۲ فرقوں کو گمراہ و دوزخی قرار دیا ہے یعنی ۷۲ فرقہ خدا۔ رسولؐ۔ قرآن۔ قبلہ۔ نماز۔ روزہ۔ حج وغیرہ کو مانیں گے مگر پھر بھی دوزخ میں جائیں گے۔

www.kitabmart.in

اور ایک فرقہ ان باتوں کو مانے گا مگر جنت میں جائے گا۔ دونوں باتیں سامنے رکھنے کے بعد ہر شخص اس بات کو تسلیم کرے گا کہ ان عام باتوں کے ماسوا کوئی ایسا عقیدہ و مسئلہ اسلام میں ہے کہ اگر اسے نہ مانا جائے تو سب کچھ ماننے کے بعد بھی دوزخ ٹھکانہ ہے اور اگر وہ بات بھی مان لی جائے تو جنت ملتی ہے۔ ماحصل کلام یہ ہے کہ اسلام کے اس عقیدہ کو معلوم کرنا ہمارا فرض ہے جس کی صفت و حالت یہ ہے کہ مسلمان سب کو مانے مگر اس کو نہ مانے تو گویا اس نے کچھ نہیں مانا اور اگر اسے مان لے تو جو کچھ مانا ہے سب کا ماننا کارآمد اور نتیجہ خیز ہو جائے ——— وہ عقیدہ کیا ہے اسے قرآن کی روشنی میں معلوم کریں۔

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس

"اے رسولؐ اس پیغام کو پہنچا دو جو پیغام تم کو تمہارا رب دے چکا ہے (اگرچہ تم رسالت کے فرائض بہت کچھ انجام دے چکے ہو مگر اس کے باوجود) اگر تم نے یہ پیغام نہ پہنچایا تو گویا رسالت کے فرائض ادا ہی نہیں کئے (اس پیغام کے پہنچانے میں اگرچہ تمہاری جان کا خوف ہے مگر بے خوف ہو کر پیغام پہنچاؤ) خدا دشمنوں سے تم کو محفوظ رکھے گا۔"

معلوم ہوا اس آیت میں اس حکم کا ذکر ہے کہ اگر حضور یہ حکم امت تک نہ پہنچاتے تو جتنے حکم پہنچا چکے تھے سب کا پہنچانا بیکار تھا اور اگر یہ حکم پہنچا دیں تو جتنے حکم پہنچائیں سب کا پہنچانا کارآمد ہو جائے لہذا یہی حکم وہ ہے کہ اگر مسلمان اسے نہ مانے تو سب کا ماننا بے کار ہے اور اگر اسے مان لے تو سب کا ماننا کارآمد ہو جائے مذہب جو جنت تک لے جائے گا اس کے معلوم ہونے میں صرف اتنا

www.kitabmart.in

معلوم کرنا باقی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضورؐ نے کونسا حکم پہنچایا۔ شیعہ کتابیں متفق ہیں کہ حضور نے ۱۰ھ کی ۱۸ ذی الحجہ کو غدیر خم کے مقام پر اس آیت کے اترنے کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کا پیغام پہنچایا۔ حضرت کی خلافت بلافصل وہ مسئلہ ہے کہ اگر صحیح ثابت ہو جائے تو فرقہ شیعہ کا حق ہونا اور سنی مذہب کا باطل ہونا طے ہو جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں جناب امیر علیہ السلام کی "خلافت بلافصل" سنی مذہب کی شہ رگ حیات کو قطع کرتی ہے لہٰذا جس مسئلہ سے سُنی مذہب اپنا وجود کھو بیٹھتا ہے اس مسئلہ کا ثبوت اگر علماء اہل سنت کی معتبر مقبول کتابوں میں مل جائے تو پھر انکار کا محل عقل و ہوش کی سلامتی کے ساتھ ناممکن ہے۔ کیونکہ اگر شیعوں نے غدیر خم کی روایت مصنوعی اور جعلی بنائی ہوتی تو سنی کتاب میں اس کا ذکر نہ ہوتا۔ اس کے برخلاف یہ روایت واقعہ اور حقیقت ہے لہٰذا سنی کتابوں سے کھرچنے کے بعد بھی سنی کتابوں میں پایا جانا اس کی حقانیت کا عظیم ثبوت ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"غدیر خم میں آیہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الخ نازل ہوئی اور حضورؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر کہا جس کا میں مولیٰ ہوں علیؑ بھی اس کے مولا ہیں۔" اسباب النزول واحدی ص ۱۵۰ مطبوعہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۸ ص ۵۸۴ مطبوعہ اسلامبول، تفسیر درمنثور جلال الدین سیوطی ج ۲ ص ۲۹۸ مطبوعہ میمینہ مصر

معلوم ہوا جو فرقہ حضرت علیؑ کو خلیفہ بلافصل نہیں مانتا ہے وہ سب کچھ مان کر گویا کچھ نہیں مانتا لہٰذا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور یہی امت پیغمبرؐ کے وہ فرقے ہیں جن کی خبر حضورؐ نے دی ہے۔ اور جو حضرت علیؑ کی خلافت بلافصل

www.kitabmart.in

مانتا ہے وہی فرقہ جنتی ہے اور یہی سب کچھ ماننے والا ہے شیعہ اور صرف شیعہ وہ فرقہ ہے جو خلافت بلافصل حضرت امیر علیہ السلام کا ماننے والا ہے۔

(۶) کامل دین کون ہے!

حضورؐ کے ارشاد کے مطابق مسلمانوں کے فرقوں میں ایک فرقہ جنت میں جائے گا باقی دوزخ میں یعنی ایک فرقہ کے اسلام کو خدا قبول کرے گا اور اس پر نعمتوں کی بارش ہوگی اور اس کا دین کامل ہوگا۔ باقی دوزخ میں جانے والے تمام اسلامی فرقوں کا دین ناقص ہوگا۔ خدا ان کے اسلام کو قبول نہ کرے گا اور ان کو اسلام کے باوجود نعمتیں نہ حاصل ہوں گی۔ قرآن کی ایک آیت پتہ دیتی ہے کہ اسلام کی تاریخ میں ایک دن کوئی اہم حکم نازل ہوا تھا جس حکم کے بعد خدا نے دین کو کامل قرار دیا تھا۔ اور اس حکم کے ماننے والے کے اسلام کو قبول کیا تھا۔ اور اس حکم کے ماننے والے پر خدا نے اپنی نعمتیں تمام کر دی تھیں۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔

"مسلمانوں آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور آج تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں۔ اور آج اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے میں نے پسند و قبول کیا۔

اگر معلوم ہو جائے کہ یہ کس دن کا واقعہ ہے اور اس دن کون حکم نازل ہوا جس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی تو کامل دین۔ مقبول اسلام اور نعمتوں کا راستہ مل جائے جس کی آخری منزل جنت ہے۔

www.kitabmart.in

کتب شیعہ وسنّی دونوں نے لکھا ہے کہ

"غدیر خم میں جب حضورؐ نے حضرت علیؑ کے لئے فرمایا جس کا میں مولیٰ ہوں علیؑ بھی اس کے مولیٰ ہیں تو یہ آیت اتری الیوم اکملت الخ

حضرات اہل سنّت والجماعت کے معتبر موثق، عظیم ترین اور قدیم مورخ یعقوبی کی تاریخ ابن واضح جلد ۲ صـ۳۲ ذیل ما نزل من القرآن بالمدینة ملاحظہ ہو۔

پس ثابت ہوا کہ جو مسلمان حضرت علی علیہ السلام کو خلیفہ بلا فصل (جس کا اعلان غدیر میں پیغمبرؐ نے فرمایا تھا) کو مانے گا اس مسلمان کا دین کامل۔ اسلام مقبول ہوگا اور اس پر نعمتوں کی بارش ہوگی۔

(۷) حکومت علیؑ کا حق ہے!

واقعہ غدیر کے متعلق لکھا جا چکا کہ آیہ بلغ کے نزول پر حضرت نے جناب امیرؑ کے لئے 'من کنت مولاہ فعلی مولاہ' فرمایا اور اس فرمان کے بعد آیہ اکملت اتری۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ ذہن 'من کنت مولاہ فعلی مولاہ' کے معنی کے بارے میں صاف رہیں کیونکہ لفظ مولیٰ کے بہت سے معنی ہیں اور ہر معنی کا مراد لیا جانا ممکن ہے شیعہ کہتے ہیں کہ جس طرح نبی روحانی پیشوا ہونے کے علاوہ دنیا میں بھی مسلمانوں کے حاکم اور سربراہ تھے اسی طرح آپ کے بعد علیؑ مسلمانوں کے روحانی پیشوا اور حاکم ہیں اور پیغام غدیر میں حضورؐ نے حضرت علیؑ کے اسی حق حکومت کا اعلان فرمایا تھا۔ اگر شیعوں کی یہ بات سچی ہو تو خلافت ابوبکر و عمر وغیرہ باطل ہے اور ان خلافتوں کا ماننے والا سنّی مذہب بھی باطل ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ لفظ مولیٰ کے معنی معلوم ہوں۔ تمام

www.kitabmart.in

کتابیں متفق ہیں کہ حضورؐ نے غدیر میں مولیٰ کے استعمال سے پہلے مسلمانوں سے پوچھا تھا کہ

"مومنین کی جان اور زندگیوں پر مومنین کا حق ہے یا میرا؟

اور مسلمانوں نے بلا اختلاف کہا تھا۔ ہماری جان پر آپ کا حق ہے نہ کہ ہمارا۔ اس سوال اور اقرار کے بعد آپ نے فرمایا تھا جس کا میں مولیٰ ہوں علیؑ بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ مسند احمد ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۲۸۱۔ صواعق محرقہ ابن حجر مکی صفحہ ۲۵ باب ۱۱ مطبوعہ میمینہ مصر۔

معلوم ہوا آنحضرتؐ نے مولیٰ کے لفظ کے معنی پہلے بتلائے اور لفظ مولیٰ اس کے بعد استعمال کیا۔ یعنی جسے مومنین کی جان پر مومنین سے زیادہ حق ہو وہ مولیٰ ہوتا ہے اور اسی معنی سے نبیؐ اور علیؑ مولیٰ ہیں ـــــــ جان اور زندگی پر زندگی والے سے زیادہ کون حق رکھتا ہے اسے اس قانون کی روشنی میں معلوم کیجئے جسے ہمیشہ سے تمام اقوام عالم کی حکومتوں نے تسلیم کیا ہے اور جسے ہر مذہب کے ضابطہ اخلاق کی تائید حاصل ہے۔ یعنی خودکشی کرنے کی اجازت نہ کسی مذہب نے دی ہے نہ کسی قانون نے نہ کسی ضابطہ اخلاق نے۔ بلکہ خودکشی کرنے والے کو اقوام عالم مجرم قرار دیتی ہیں اور حکومتیں خودکشی کرنے والے کو سزا دیتی ہیں۔ اگر زندگی اس کی ملکیت ہوتی جس کی زندگی ہے تو اسے اپنی زندگی دینے کا حق ہوتا جس طرح ہم اپنی ہر ملکیت کے بارے میں خود مختار ہیں۔ اس کے برخلاف حکومت کا خودکشی کرنے میں مداخلت کرنا اور سزا دینا بتاتا ہے کہ زندگی، ہماری ملکیت نہیں بلکہ حکومت کی ملکیت ہے اور خودکشی کرنے والا قومی اور سرکاری ملکیت کا تباہ کرنے والا قرار پاتا ہے لہٰذا مستوجب سزا ہے۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ جان اور زندگی کی مالک صرف حکومت ہوتی ہے

www.kitabmart.in

تو رسولؐ کے سوال کا مطلب یہی تھا کہ تم مجھے مومنین کا حاکم مانتے ہو یا نہیں۔ مسلمانوں نے اقرار کیا آپ ہمارے حاکم ہیں اقرار کے بعد رسولؐ کے ارشاد کا مطلب واضح ہے کہ

"جس طرح میں مومنین کا حاکم ہوں اسی طرح علیؑ بھی مومنین کے حاکم ہیں"

لہٰذا مومنین کی جماعت میں صرف وہی شامل ہو گا جو نبیؐ کو اور نبیؐ کے بعد علیؑ کو حاکم تسلیم کرے گا اب اگر کوئی دوسرا حاکم بنتا ہے یا ہم اس کی حکومت کی حمایت کرتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں تو ہم سب ناحق اور باطل پر ہیں۔ حق پر صرف وہی ہے جو علیؑ کو بعد نبی بلا فصل حاکم تسلیم کرتا ہے۔

(۸) واضح حق

اگر غدیر میں لفظ مولیٰ کے معنی حاکم کے علاوہ کچھ اور ہوتے تو حضرت علیؑ کو کوئی منصب یا عہدہ نہ ملا ہوتا اور اگر منصب اور عہدہ نہ ملتا تو حضرت عمر حضورؐ کے اعلان من کنت مولاہ الخ کے بعد خصوصی مبارکباد نہ دیتے اور تمام اصحاب حتیٰ کہ ازواج پیغمبرؐ آپ کو مبارک باد نہ دیتیں۔ حالانکہ حضورؐ کے اعلان کے بعد

"حضرت عمر نے حضرت علیؑ کو مبارکباد دی کہ آج تم ہر مومن و مومنہ کے مولیٰ (حاکم) ہو گئے اور یہی مبارک باد اصحاب اور ازواج نے بھی دی" ملاحظہ ہو مسند احمد ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۲۸۱

(۹) مخالفتِ علیؑ کی حد!

واقعہ غدیر سچا تھا اور حضرت علیؑ کا حق حکومت واقعہ تھا۔ مگر سچی بات

www.kitabmart.in

کے جھٹلانے والے اور وفات پیغمبرؐ کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ سے حکومت و خلافت شروع کرنے والوں کے مخالف طرز عمل کو واقعہ غدیر کو غلط ثابت کرنے کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ کہ اگر حضورؐ نے علیؑ کی خلافت بتائی ہوتی تو مسلمان کیوں نہ مانتے اور مسلمانوں نے نہیں مانا لہذا حضورؐ نے خلافتِ علیؑ کا حکم ہی نہیں دیا تھا۔ صرف ایک فریب ہے جس میں مسلمانوں کے ذہنوں کو مبتلا کر کے ان کو حق سے ہٹایا جا رہا ہے۔ ہونا یہ چاہیئے تھا کہ جن لوگوں نے حضورؐ کے حکم خلافت علیؑ کو نہیں مانا ان کو نہ مانا جاتا اور کہا جاتا کہ انھوں نے حکم رسولؐ نہیں مانا لہذا یہ لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ ان کو مانا جائے لیکن اس کے برخلاف صورت حال یہ ہے کہ ان مخالفین حکم رسولؐ کو بہر صورت مان لیا گیا ہے لہذا کہا جاتا ہے کہ انھوں خلافت علیؑ کو نہیں مانا کیونکہ رسولؐ نے حکم ہی نہیں دیا تھا۔ اور اس جھوٹ کو سچ کے مقابلہ میں پیش کرنے کے لئے کہا جاتا ہے کہ "کیسے ممکن ہے کہ رسولؐ حکم دیں اور مسلمان خصوصاً اصحاب کبار حکم رسولؐ نہ مانیں" لیکن آیہ بلغ جس کے نازل ہونے پر حضورؐ نے خلافت علیؑ کا حکم مسلمانوں کے سامنے پیش کیا تھا۔ اس آیت کا ایک فقرہ آج بھی اس بات کا گواہ اور ضامن ہے کہ مسلمان اور اصحاب کبار حضورؐ کے غدیری حکم کو ماننے والے نہ تھے۔ کیونکہ آیت کا آخری فقرہ ہے۔ واللہ یعصمک من الناس (رسولؐ حکم خلافت علیؑ) پہنچا دو دشمنوں سے ہم تمہاری حفاظت کریں گے) یہ حکم صرف مسلمانوں کے سامنے پیش ہوا تھا اور مسلمانوں سے متعلق تھا مگر اس حکم کے پہنچانے میں رسولؐ کو اپنی جان کا خطرہ تھا اور اتنا سخت خطرہ کہ خدا وعدہ حفاظت کر رہا تھا۔ معلوم ہوا اگر مسلمان یہ حکم ماننے والے ہوتے تو حکم پہنچانے والے رسولؐ کے لئے حکم پہنچانے میں خطرہ نہ ہوتا۔ خطرہ نہ ہوتا تو خدا

www.kitabmart.in

حفاظت کا انتظام نہ کرتا۔ بلکہ خطرہ تھا اور صرف مسلمانوں سے خطرہ تھا کیونکہ خلافت علیؑ کے مخالف۔ غیر کیوں ہوتے انھیں اس مسئلہ سے کیا سروکار تھا البتہ بعد نبیؐ حکومت کرنے کے خواہشمند مسلمان خلافت علیؑ کے مخالف تھے نہ صرف مخالف بلکہ دشمن۔ نہ صرف علیؑ اور ان کے حق خلافت کے دشمن بلکہ اگر رسولؐ حکم خلافتِ علیؑ بحکم خدا بھی پہنچائیں تو یہ مخالف اور دشمن۔ نبیؐ کی جان کے دشمن ہو جائیں اور اگر خدا حفاظت نہ کرے تو حضور کو قتل کردیں ——

ان حالات کا تقاضا یہی تھا کہ بعد نبیؐ۔ علیؑ کو ان کا حق حکومت و خلافت نہ ملے اور نہیں ملا۔ لوگ کہتے ہیں کیسے ممکن ہے کہ رسولؐ کہیں اور مسلمان و صحابہ کبار، نہ مانیں۔ میں پوچھتا ہوں یہ کیسے ممکن ہے مسلمان اور صحابہ کبار، رسولؐ کے دشمن ہو جائیں۔ مگر یہ ممکن نہیں بلکہ واقعہ تھا جس کا گواہ قرآن ہے تو حضورؐ کے بعد جناب امیرؑ کو خلافت نہ ملی تو حالات ہی کہہ رہے تھے کہ نہ ملے گی البتہ اگر مل جاتی تو حیرت ہوتی۔ اگر مل جاتی تو لوگ سوچ سکتے تھے کہ رسولؐ کے اثرات نے علیؑ کو خلافت دلوائی مگر ۲۵ سالہ تین خلافتوں کے باوجود ۳۵ھ میں علیؑ کو خلافت ملی تو صرف یہ علیؑ کے اثرات تھے۔ خلافت ملی تھی یا تاریخ کا عظیم معجزہ، ہو رہا تھا —— حق واضح ہے۔ جس کا جی چاہے مانے۔ جس کا جی چاہے اپنی آنکھ کے ساتھ عقل و ہوش و دیانت کو بھی بند کرلے۔

(۱۰) فیصلہ کیجئے!

کہا جاتا ہے اگر حضرت علیؑ کی خلافت بلافصل مان لی جائے تو بڑے بڑے صحابہ بلکہ وفات پیغمبرؐ کے بعد سے اب تک کے مسلمانوں کی بڑی تعداد

www.kitabmart.in

کو گمراہ اور دوزخی ماننا پڑے گا اور جنّتی صرف شیعہ قرار پائیں گے جن کی تعداد آج بھی بہت کم ہے اور ماضی میں تو بہت ہی کم تھی لہذا یا اکثریت کو دوزخی مانا جائے اور علیؑ کو خلیفہ بلافصل مانا جائے ۔ یا خلافت بلافصل علیؑ سے انکار کیا جائے اور اسلام کی اکثریت اور بڑے بڑے مسلمانوں اور صحابہ کبار کو جنتی مانا جائے لہذا اسلام کی اکثریت اور صحابہ کبار کی حمایت کا تقاضا یہی ہے کہ "خلافت بلافصل" کے عقیدے سے انکار کیا جائے ۔ مسئلہ اگر سیاسی ہوتا تو مذکورہ بالا حساب کی بڑی قیمت تھی لیکن مسئلہ دینی ہے ۔ لہذا مصالح ومفاد افراد کے بجائے حقیقت کا سامنا کر حق کی پیروی کرنا ضروری ہے مذکورہ بالا مخالفین "خلافت بلافصل علیؑ" کا کہنا ہے کہ اس عقیدے کو ماننا مسلمانوں کی بڑی تعداد اور عظیم اکثریت کو دوزخی ماننا اور صرف ایک فرقہ شیعہ کو جنتی ماننا ہے ۔ ہم کو تسلیم ہے کہ صورت حال یہی ہے مگر تمنّاؤں سے صورت حال نہ بدلتی ہے نہ بدلی جا سکتی ہے ۔ آئیے نبیؐ سے معلوم کرلیں کہ مسلمانوں کی اقلیت و اکثریت میں کون دوزخ میں جائے گا اور کون جنّت میں ؟ تو حضورؐ فرمائیں گے میں نے تو اقلیت و اکثریت کے طبقات تقسیم سے قبل خبر دی تھی جس کا حوالہ نقل کیا جا چکا ہے کہ

"میرے بعد مسلمانوں میں ۷۳ فرقہ ہوں گے جن کی عظیم اکثریت ۷۲ فرقے دوزخ میں جائیں گے اور معمولی اقلیت صرف ایک فرقہ جنت میں جائے گا۔"

کیا مسلمان تیار ہیں کہ ارشاد پیغمبرؐ کی روشنی اور تاریخ کے آئینہ میں فیصلہ کریں کہ

"اکثریت میں کون تھا اور ہے اور اقلیت میں کون اور قیامت

www.kitabmart.in

کے دن اقلیت کہاں ہوگی اور اکثریت کہاں ؟

ع ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

(۱۱) نبی کو مانئے یا خلفا کو!

حضورؐ کی وفات کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں ابوبکر خلیفہ بنے انھوں نے اپنے بعد عمر کو بنایا اور آپ کی مقرر کردہ مجلس شوریٰ نے علیؑ کی مخالفت کر کے عثمان کو خلیفہ بنایا۔ ان کے بعد عہد معاویہ سے "ترکی خلافت" تک صرف دنیاوی حکومت تھی خلافت ان سے پہلے ختم ہو گئی تھی یہ ہے مسئلہ خلافت کا وہ خلاصہ جس پر سنی مذہب کی بنیاد ہے۔

اور اس خلافت کی بنیاد ہے کہ "حضورؐ نے اپنی زندگی میں کوئی خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا بلکہ مسئلہ خلافت امت کے طے کرنے کے لیے چھوڑا تھا" مگر حضورؐ نے اپنی تبلیغ کے آغاز کے دن اپنی پہلی تقریر میں دعوت ذوالعشیرہ میں خلافت علیؑ کے حوالہ کر دی تھی۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

تین سالہ مخفی تبلیغ کے بعد۔

"جب حضورؐ کو حکم ہوا کہ کھلی تبلیغ کریں اور سب سے پہلے اپنے قرابتداروں میں اظہار تبلیغ کریں تو حضرتؐ کے حکم سے حضرت علیؑ نے بنی عبدالمطلب کو مدعو کیا جو چالیس آدمی تھے۔ پہلے دن ابولہب نے تقریر پیغمبر سے مجمع کو یہ کہہ کر بھڑکایا اور اٹھایا کہ محمدؐ جادو کر رہے ہیں کیونکہ کھانا کم تھا۔ حضرتؐ نے پہلے اسے چکھ کر کہا بسم اللہ کھاؤ اور کھانا اتنا رہا کہ سب لوگوں نے سیر ہو کر کھایا۔ دوسرے دن حضورؐ کے حکم سے حضرت علیؑ نے پھر سامان ضیافت کیا اور سب لوگ جمع ہوئے۔ حضورؐ نے تقریر فرمائی کہ

www.kitabmart.in

اے لوگو! میں خیرِ دُنیا و آخرت (اسلام) تمھارے پاس اپنے خدا کے حکم سے لایا ہوں۔ تم میں سے کون ہے جو اس کام میں میرا شریک ہو کر میرا بھائی وصی اور تم میں میرا خلیفہ ہو۔ باوجود کمسنی کے حضرت علیؑ نے مدد کا وعدہ کیا۔ حضور نے جناب امیر کی گردن پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "یہ میرا بھائی۔ وصی ور تم میں میرا خلیفہ ہے اس کی اطاعت تم پر فرض ہے"۔ مجمع مذاق اڑاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور جناب ابوطالب سے کہا یہ تم کو بیٹے کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں"۔

کنز العمال ج ۶ کتاب الفضائل - باب فضائل علی علیہ السلام
ص۳۹۷ مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد ۱۳۱۴ھ

ابوالفدا جلد ۱ ص۱۱۶، ۱۱۷ مطبوعہ الحسینیہ مصریہ)

تاریخ کامل جلد ۲ ص۲۲

تاریخ طبری جلد ۲ ص۲۱۷ (مطبع حسینیہ مصر)

مذکورہ بالا واقعہ کے بعد اگر خلفا برحق تھے تو رسولؐ نے وقت وفات انتخاب خلیفہ کا حق امت کو دیا تھا مگر آپ حق انتخاب امت کو تب دے سکتے تھے۔ جب علیؑ کے حق کی خلاف ورزی کرتے کیونکہ نصرت نبوت کے وعدہ پر علیؑ کو ذوالعشیرہ میں خلیفہ بنا چکے تھے۔ اور علیؑ حق نصرت ادا کر چکے تھے۔ لہٰذا بات اس منزل پر آجاتی ہے کہ خلفا برحق ہوں تو حضورؐ کام نکل جانے کے بعد علیؑ کو ان کا حق دینے اور اپنا وعدہ پورا کرنے کے بجائے حق تلفی فرمائیں یا حضورؐ کا دامن حق تلفی اور وعدہ کی خلاف ورزی کے عیب سے پاک مانا جائے جیسا کہ ہر عیب سے پاک ہے تو خلفا ناحق ۔ غاصب ۔ باطل قرار پاتے ہیں لہٰذا مسلمان کو فیصلہ کرنا ہے کہ وہ نبیؐ کو پاک کردار کا مانے یا خلفا کو حق مانے ہم کو

www.kitabmart.in

تو اسلام حضوؐر کے قدموں سے ملا ہے۔ کسی دوسرے کی ہمیں کیا فکر۔

(۱۲) سچّا فرقہ!

گذشتہ ۱۱ دلیلوں سے یہ واضح ہو چکا کہ شیعہ و سنّی میں صرف فرقہ شیعہ سچّا ہے اب بحث صرف اتنی باقی رہ جاتی ہے کہ حضرت علیؑ کے بعد کون۔ کون امام و خلیفہ برحق ہیں۔ اس تفصیل میں کئی فرقے پائے جاتے ہیں۔ زیدی بوہرہ۔ آغا خانی اور اثنا عشری وغیرہ۔ ان میں بھی صرف ایک ہی فرقہ سچّا اور حق پر ہو سکتا ہے۔ وہ کون فرقہ ہے اس کے معلوم کرنے کا راستہ بہت واضح ہے۔ جب یہ طے ہو چکا کہ حضرت علیؑ کو حضوؐر نے بحکم خدا خلیفہ بلافصل قرار دیا تھا تو آپ کے بعد صرف وہی لوگ خلیفہ برحق اور امام امت ہوں گے جن کو رسول بتائیں گے۔ حکومت پانے سے نہ خلفا برحق ہو سکے نہ فاطمی بادشاہ یا اور کوئی حکومت قائم کر کے خلیفہ برحق و امام و ہادی ہو سکتے ہیں اصول ایک رہے گا۔ بدل جائے تو اصول نہیں اس اصول پر صرف شیعہ اثنا عشری ہی سچا فرقہ ہے کیونکہ ہم بارہ اماموں کو مانتے ہیں جن کی تعداد رسولؐ نے مقرر کی تھی لہذا جتنے فرقوں کے امام ۱۲ سے کم یا زیادہ ہیں وہ باطل ہیں۔ نیز جن بارہ اماموں کو ہم مانتے ہیں ان کے نام۔ ولدیت۔ القاب اور اور ان کی ترتیب حضوؐر نے بیان فرمائی تھی۔ جو آج بھی کتب اہلسنّت میں موجود ہیں لہذا جو فرقہ اپنے مخالف کی کتاب سے اپنے ائمہ کے نام۔ ولدیت القاب اور ان کی ترتیب فرمان پیغمبر کے ذریعہ تبلا سکے وہ برحق ہے اور جو ایسا نہ کر سکے اسے اپنے باطل ہونے کا اعتراف محشر سے قبل کر لینا چاہیئے۔

ہماری سچائی کی آخری دلیل ملاحظہ ہو۔

www.kitabmart.in

"حضورؐ نے فرمایا کہ اسلام ختم نہ ہوگا جب تک کہ بارہ خلیفہ نہ ہولیں جو سب قریشی ہوں گے"

صحیح مسلم کتاب الامارۃ جلد ۲ ص ۱۹۴ و ص ۱۹۵ طبع کلکتہ

صحیح بخاری کتاب الاحکام جلد ۴ ص ۱۴۴ مطبع میمینہ مصر۔

سنن الترمذی کتاب الفتن جلد ۲ ص ۱۱۵ باب ۴۶ نولکشور لکھنو

مسند احمد ابن حنبل ج ۵ ص ۱۰۶

لہٰذا بارہ سے کم یا زیادہ ائمہ و خلیفہ ماننے والے کسی طرح حق پر نہیں ہو سکتے یہ بارہ ائمہ کون ہیں زبان پیغمبر سے ان کے نام مع ولدیت و لقب بترتیب سنئے۔

علیؑ ان کے بعد حسنؑ ان کے بعد حسینؑ پھر علیؑ ابن الحسینؑ زین العابدینؑ پھر محمد بن علی الباقرؑ پھر جعفرؑ بن محمد الصادقؑ پھر موسیٰؑ بن جعفر الکاظمؑ پھر علیؑ ابن موسیٰ الرضاؑ پھر محمد بن علی الجوادؑ پھر علی بن محمد الہادیؑ پھر حسن بن علی العسکریؑ پھر محمد بن حسن المہدیؑ۔

ینابیع المودۃ باب ۷۶ ص ۳۶۹ مطبوعہ ۱۳۱۱ھ بمبئی۔

مودۃ القربیٰ از سید علی ہمدانی آخری مودۃ۔

ان بارہ اماموں کے حالات کتب اہلسنّت صواعق محرقہ ابن حجر مکی۔ روضۃ الاحباب وغیرہ میں پڑھئے اور دیکھئے کہ حضورؐ کے بعد ایسے پاکیزہ افراد کس فرقہ کی تاریخ میں پائے جاتے ہیں؟

سچے اسلام اور صحیح مذہب کی جستجو اور تحقیق کرنے والوں کے لئے مذکورہ بالا تحریر کافی ذخیرہ ہے مگر اس سے قبل دل و دماغ کو ہر طرح غیر جانبدار بنانے کی

www.kitabmart.in

ضرورت ہے۔ علامہ احمد امین انطاکی اور ان کے بھائی صرف حدیث ثقلین وحدیث سفینہ پڑھ کر شیعہ ہو گئے تھے۔

مقدمہ میں صرف کتب اہلسنّت کا حوالہ دیا ہے تاکہ کسی قسم کا شبہ نہ رہ جائے۔

اصل کتاب کے ترجمہ میں لفظی ترجمہ کی پابندی بالکل نہیں کی گئی ہے بلکہ ترجمہ معنوی ہے جس میں اردو محاورہ کی طرف زیادہ توجہ کی گئی ہے۔

یہ تحریر اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ میری زندگی مذہب و محبّت اہل بیت علیہم السلام پر ختم ہو مذہب شیعہ اثنا عشری زندہ باد۔ آواز جناب محمد ابن ابی بکر پائندہ باد۔

www.kitabmart.in

بانی تنظیم خطیب اعظم

مولانا سید غلام عسکری طاب ثراہ

TANZEEMUL MAKATIB
GOLAGANJ, LUCKNOW 226018 UP (INDIA)
Tele fax: +91 522 2615115, 2628923, 2618194
Email: makatib.makatib@gmail.com
makatib@makatib.net
Visit us on: www.makatib.net